UNIVERSAL LIBRARY
OU_226230
UNIVERSAL LIBRARY

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ

فتویٰ

جواز نکاح سیدہ با غیر سید

اسماء مفتیان کرام

(۱) حضرت مولانا حکیم سید فضل اللہ صاحب — مددگار پروفیسر تفسیر جامعۂ عثمانیہ

(۲) حضرت مولانا مفتی عبد اللطیف صاحب قبلہ رحمانی — پروفیسر تفسیر جامعۂ عثمانیہ

(۳) حضرت مولانا عبد القدیر صاحب قبلہ صدیقی — سینیر پروفیسر شعبۂ دینیات جامعۂ عثمانیہ

(۴) حضرت مولانا عبد الواسع صاحب قبلہ عثمانی — پروفیسر فقہ و اصول فقہ جامعۂ عثمانیہ

(۵) حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب قبلہ گیلانی — پروفیسر دینیات جامعۂ عثمانیہ

(۶) حضرت مولانا حکیم مقصود علی خاں صاحب قبلہ — واعظ و ناظر الاطباء سرکار عالی

(۷) حضرت مولانا محمد حسام الدین صاحب قبلہ فاضل — واعظ و پروفیسر دینیات دار العلوم سرکار عالی

(۸) حضرت مولانا ابو سعید محمد عبد الہادی صاحب قبلہ — واعظ سرکار عالی

(۹) حضرت مولانا سید شاہ مصطفیٰ قادری صاحب قبلہ — سابق پروفیسر فقہ جامعۂ عثمانیہ

(۱۰) حضرت مولانا سید محمود صاحب قبلہ — مفتی میسرم جمعیت نظام محبوب واعظ

(۱۱) حضرت مولانا سید شاہ محمد صاحب قبلہ رفاعی قادری المعروف بہ بغدادی صاحب قبلہ

(۱۲) حضرت مولانا سید عبد الرحیم صاحب حسنی قبلہ فرزند حضرت بغدادی صاحب قبلہ فارغ التحصیل مدرسۂ نظامیہ

(۱۳) حضرت مولانا سید ہاشم صاحب قبلہ جمل اللیل — ناظر دینیات و اخلاقیات سرکار عالی

(۱۴) حضرت مولانا ریاست خاں صاحب قبلہ — واعظ و مفسر مسجد عثمانیہ رزیڈنسی و مسجد توپخانہ

(۱۵) حضرت مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قبلہ عثمانی دیوبندی — شیخ التفسیر جامعہ اسلامیہ

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:-

۱- سیدزادی کے ساتھ شیخ یا مغل پٹھان کا نکاح شرعاً حلال ہے یا حرام؟ سیدزادیاں محرمات نکاح میں شمار ہوں گی یا کیا؟ اگر حلال ہے تو خلاف تقوی ہے یا نہیں۔ اگر خلاف تقوی ہے تو حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے شوہر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو غیر متقی قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں (نعوذ باللہ منہا)۔

۲- اگر کسی شیخ وغیرہ نے سیدزادی سے نکاح کر لیا ہو تو صرف اس کا یہ نکاح کرنا سیدوں کے ساتھ بے ادبی کرنے پر محمول کیا جا سکتا ہے یا نہیں اور سیدہ کے غیر سید شوہر کو بے ادب لکھنا صحیح ہے یا کیا؟

۳- جس رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی آل پر درود پڑھا جاتا ہے اسکی آل کے ساتھ یہ درود پڑھنے والا اپنی منکوحہ ہونے کی حیثیت سے ہم بستر ہونے کو زید قابل لعنت و ملامت فعل قرار دیتا ہے اس قول میں زید کہاں تک حق پر ہے۔

۴- نورالابصار صفحہ (۱۰۰) میں عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول منقول ہے کہ سیدہ کو وہی شخص نکاح کرے جو اس کی تعظیم اور کفش برداری کر سکے اور اس کا محکوم بننے کا اپنے کو قابل سمجھے جس میں یہ صلاحیت نہ ہو بہتر یہی ہے کہ سیدہ کو نکاح نہ کرے الخ کیا سیدنا علی و عمر رضی اللہ عنہما سے کہیں منقول ہے کہ یہ حضرات اپنی سیدانی بیویوں کی تابعداری و کفش برداری فرمایا کرتے تھے نہیں تو اب دوسرے شوہروں کے لئے کس اصول پر مخصوص کیا جا سکتا ہے؟

۵- کیا الرجال قوامون علی النساء (پ۵ رکوع ۳) میں نساء سے صرف غیر سید عورتیں ہی مراد ہیں اور سیدانیوں کو ہر طرح اپنے شوہروں پر غالب ہی رہنے کا حکم خدائے عزوجل نے دیا ہے اور اسی رکوع میں یہ دوسری آیۃ شریفہ

(والتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع الخ) سے آیا سید زادیاں مستثنٰے ہیں۔

۶۔ اور جس اصول ادب کے تحت سید زادی سے نکاح نہ کرنا بہتر قرار دیا جاسکتا ہے اسی اصول پر سیدوں کو ملازم رکھنا بھی بے ادبی اور خسران آخرت کا موجب ہوسکتا ہے کیونکہ ملازم کا احترام ناممکن ہے اگر یہ اصول رائج ہوجائے تو سیدوں کی بیروزگاری پریشاں حالی کا کیا دفعیہ ہوسکتا ہے اور امت محمدیہ کا اس اصول پر عمل ممکن بھی ہے یا نہیں؟ الدین یسر کے باوجود ایسے دشوار مسائل کی تجویز کہاں تک حق بجانب ہوسکتی ہے۔

۷۔ کیا غریب شوہر کو اپنی سیدہ زوجہ کا ادب اور نعلین برداری جس طرح ضروری ہے سیدانیوں پر بحکم رسول اکرم خاوندوں کا ادب واحترام بھی لازم ہے یا نہیں اور نیک نفس شیخ شوہروں کی کفش برداری واحترام کا الٹا اثر لیکر سیدانی بیویوں کا انکی نافرمانی اور خلاف شرع حرکات کا کیا انسداد ہوسکتا ہے ایسی صورت میں کیا شوہر ہر طرح کی ناجائز تکلیف ہی برداشت کرتا رہے یا طلاق دیدے۔ مفتیان شرع متین کے ادب واحترام والے فتوی کے تحت کثیر التعداد مطلقہ سیدانیوں کی پریشان حالی کا کیا انسداد ہوسکیگا۔

۸۔ اگر غیر سید شخص سیدہ کا غیر کفو قرار دیا جا کر بغیر اجازت ولی اس کا نکاح سیدہ کیساتھ غیر صحیح ہوسکتا ہے تو یہ حکم ہر ایک کے لیے ہے یا عالم شخص اس سے مستثنٰے ہے یعنے اگر غیر سید عالم کا نکاح کسی بالغہ سیدہ سے بلا اجازت ولی منعقد ہوچکا ہو تو فسخ نکاح کا حق ولی کو ہے یا نہیں۔ نیز شرافت علم بڑھکر ہے یا شرافت نسب۔ غیر سید عالم کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے یا جاہل سید کا؟ بینوا وتوجروا۔

۲۹ آبان سنہ ۱۳۴۲ ف

مطبوعہ اخبار رہبر دکن مورخہ ۱۱ آذر سنہ ۱۳۴۱ ف م ۵ جمادی الاخری سنہ ۱۳۵۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

سوال (۱) سیدزادی کے ساتھ شیخ۔ مغل۔ پٹھان کا نکاح شرعاً حلال ہے یا حرام؟ سیدزادیاں محرمات نکاح میں شمار ہونگی یا کیا؟ اگر حلال ہے تو خلاف تقوی ہے یا نہیں؟ اگر خلاف تقوی ہے تو حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے شوہر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو غیر متقی قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں (نعوذ باللہ منہا)۔

ھُوَ المُصوب

ازحضرت مولانا حکیم سید فضل اللہ صاحب قبلہ پروفیسر تفسیر جامعہ عثمانیہ

جواب (۱) سیدزادی کا نکاح شیخ، مغل، پٹھان سے جائز ہے بشرطیکہ کوئی شرعی مانع موجود نہ ہو۔ صرف سید یا آل رسول ہونا شرعی نقطۂ نظر سے اس کا مانع نہیں ہے کہ ان کا نکاح غیر سید سے جائز نہ ہوسکے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں محرمات کے قوانین کلی بیان فرماکر تمام مسلمانوں کو بلا تفریق سید و غیر سید یہ ارشاد فرمایا ہے:۔

ان محرمات کے علاوہ تمام عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں { احل لکم ما وراء ذالکم

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے:۔

عورتوں میں جو تمکو پسند (یا حلال) ہوں ان سے نکاح کرلو خواہ دو دو یا تین تین یا چار چار ہوں } فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ و ثلث و رباع۔

سورۂ نور میں ارشاد ہوا ہے:۔

بے جوڑہ والوں کا نکاح کردو اور نیک بندوں اور بندیوں کا نکاح کردو۔ } وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم:۔

ان تینوں آیت میں تمام مسلمان بلا تفریق سید غیر سید سب ہی مخاطب ہیں۔ جو عورتیں حلال کی گئی ہیں۔ ان میں سید زادی یا غیر سید زادی کی کوئی قید نہیں ہے بے جوڑ والوں کے نکاح کا جہاں حکم دیا گیا ہے وہاں اس کا ذکر بالکل نہیں ہے کہ غیر سید سید عورتوں سے نکاح نکریں۔ سورۂ نساء کی پہلی آیت میں جہاں عورتوں کی انتہائی تعداد بتائی گئی ہے اس میں اسکی تصریح موجود نہیں ہے کہ غیر سید سید سے نکاح نکریں۔ یا پہلے سے سید عورت نکاح میں ہو تو دوسری غیر سید عورت سے نکاح حرام ہے یا مکروہ ہے۔

اور نہ ہی قرآن پاک میں یا حدیث شریف میں کسی دوسری جگہ اس حکم کا پتہ چلتا ہے کہ سید عورتوں سے غیر سید نکاح نکریں اور نہ ائمہ مذاہب سے یہ ممانعت منقول ہے۔

اس موقع پر یہ بات عرض کرنی ہے کہ سید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کو کہتے ہیں ہندوستان میں بعض بنی ہاشم، علوی، عباسی، زینبی بھی اب سیادت کے دعویدار ہیں۔ اسی طرح شیخ اسے کہتے تھے جن کا نسب کسی صحابی سے ملتا ہو خواہ وہ قریشی ہو یا غیر قریشی۔ اب ہر وہ مسلمان جس کے نسب کا پتہ نہو اسکو شیخ کہدیا کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صرف ایک صاحبزادیؓ کا بنی عبدالشمس میں نکاح کیا۔ اور دو صاحبزادیاںؓ بنو امیہ میں بیاہی گئیں۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے (جو بنی عدی سے تھے) نکاح کیا۔ اسطرح بنی ہاشم کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں بلکہ آپکے استثنارہ کے بعد موالی (آزاد کردہ غلام۔ غیر عربی) صحابہ سے ہوا ہے۔

دارقطنی وغیرہ میں ہے کہ حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا جو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ زہری قریشی کی بہن تھیں جو پانچویں پشت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملجاتے ہیں ان کا نکاح حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔

فاطمہ بنت قیس قریشی جو بہت صاحب جمال اور بہت صاحب فضل وکمال تھیں ان کا نکاح حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا حضرت زینب رضی اللہ عنہا (جو

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں) کا نکاح حضرت اسامہ کے والد حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا تھا یہ دونوں حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے ۔ اس نکاح کا تذکرہ خود قرآن پاک میں ہے ۔

حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ جو اپنے منہ بولے باپ کی طرف منسوب ہیں اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی طرح حبشی غیر عربی تھے ان کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد بہن ضباعۃ بنت الزبیر سے ہوا تھا ۔ (ملاحظہ ہو صحیح بخاری شریف)۔

ابو حذیفہ نے اپنی بھتیجی کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام سالم سے کر دیا تھا (ملاحظہ ہو شروح بخاری) حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی حضرت حفصہ کا نکاح حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پیش کی تھی حضرت ابراہیم بن عبدالرحمن کا نکاح حضرت سکینہ بنت حسین رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا ملاحظہ ہو تذکرہ عبدالرحمن

اس وقت تک یہ دو مسئلے طے ہو گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کا نکاح دوسرے قریشیوں سے ہو سکتا ہے اور اسی طرح بنی ہاشم کا نکاح موالی (غیر عرب جن کے نسب کا پتہ نہ ہو) ان سے ہو سکتا ہے ۔

آج کل یہ مذاق عام ہو گیا ہے کہ ہر شخص براہ راست قرآن و حدیث سے مسئلہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہے اور ہر مسئلہ کو تاریخی حیثیت سے دیکھنا چاہتا ہے اس لئے چند آیتیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے چند واقعات پہلے درج کئے گئے ۔ اب فقہا کے اقوال بھی درج کرتا ہوں ۔ اس میں بھی یہ ترتیب ہے کہ عام اصول پہلے درج ہونگے اور اس مسئلہ سے جو صورتیں خاص ہیں وہ آخر میں ۔

چونکہ کتب فقہ میں اس کا مواد بہت کثرت سے موجود ہے اس لئے اختصار کو مدنظر رکھکر صرف چند حوالوں پر اکتفار کی جاتی ہے ۔ اگر ضرورت پیش آئی تو انشاء اللہ ۔

ملک العلماء علامہ علاؤ الدین ابوبکر بن مسعود کاسانی شرح تحفۃ الفقہا المعروف بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں ۔

مرد کے لئے پھوپھی ۔ خالہ ۔ چچا ۔ ماموں کی | وتحل لہ بنت العمۃ وبنت الخالۃ و

لڑکیاں حلال ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تحریم کی آیت میں تمام محرمات کو ذکر کیا اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے قول واحل لکم ما وراء ذلکم ان محرمات کے علاوہ سب کو حلال کر دیا اور چچا اور پھوپھی ماموں خالہ کی لڑکیاں محرمات میں بیان نہیں ہوئیں تو یہ اُن کے علاوہ میں داخل رہیں تو پھر حلال ہوئیں اور ایسا ہی نکاح ہی کے عام احکام کسی تفریق کو واجب نہیں کرتے صرف ان محرمات سے نکاح جائز نہیں ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے تذکرہ فرما دیا ہے تو اب ان محرمات کے علاوہ تمام عورتیں عموم میں داخل رہیں (یعنے ان کے نکاح کے ہم مامور ہیں اور وہ حرام نہیں ہیں۔

بنت العم والخال لان اللہ تعالی ذکر المحرمات فی آیۃ التحریم ثم اخبر سبحانہ وتعالی انہ احل ما وراء ذلک بقولہ واحل لکم ما وراء ذلکم وبنات الاعمام والعمات والاخوال والخالات لم یذکرن فی المحرمات فکن ما وراء ذلک فکن محللات وکذا عمومات النکاح لا توجب الفصل ثم خص عنہا المحرمات فی آیۃ التحریم فلبقی غیرھن تحت العموم

ص ۲۵۷

ملک العلماء نے اس مقام پر دو دلیلیں پھوپھی۔ خالہ۔ چچا اور ماموں کے لڑکیوں کے حلال ہونے کی بیان کیں۔ پہلی تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے محرمات کو شمار کرا دیا ہے اور اس کے بعد اجازت دیدی ہے واحل لکم ما وراء ذلکم کہ ان کے علاوہ دوسری تمام عورتیں حلال ہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں عام طور سے نکاح کرنے کا حکم آیا ہے ترغیب دلائی گئی ہے۔ بے نکاح رہنے سے منع کیا گیا ہے ان احکامات میں کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ ان احکام کا تعلق تمام عورتوں سے ہو سکتا ہے ہاں صرف چند محرمات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس وجہ سے وہ ضروری حرام رہیں گی اور ان کے علاوہ

جو بھی عورت ہوگی وہ حلال ہوگی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جب سیدزادیوں کو غیر سید کے محرمات میں نہیں شمار کرایا ہے تو غیر سیدوں کے لئے وہ حلال رہیں حرام نہ ہوئیں۔

بعینہ اسی طرح جب محرمات میں ان کا شمار نہیں ہے تو نکاح کے عام احکامات کے لحاظ سے ان سے بھی نکاح کرنا کسی طرح ناجائز نہ ہوگا۔ امام عبدالوہاب شعرانی شافعیؒ کتاب المیزان میں فرماتے ہیں:۔

وکذالك اتفق الائمة علی ان نکاح من لیس بکفوء فی النسب غیر محرم هذا ما وجدته من مسائل الاجماع والاتفاق۔ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ نسب کے لحاظ سے جو کفو نہ ہو وہ حرام نہیں ہے (یعنی اس سے نکاح ہو سکتا ہے) یہ وہ مسئلہ ہے جس کو میں نے اجماعی اور متفق علیہ مسئلہ پایا ہے۔ دوسری جگہ امام شعرانی فرماتے ہیں۔

ومن ذلك قول الائمة الثلثة انه اذا اتفق الاولیاء والمرأة علی نکاح غیر الکفوء صح۔ انہی مسئلوں میں سے ائمہ ثلثہ کا یہ قول ہے کہ جب ولی اور عورت غیر کفوء سے نکاح کرنے پر متفق ہو جائیں تو نکاح صحیح ہو جاتا ہے (میزان کبری شعرانی)۔

علامہ ابن رشد مالکی مقدمات ممہدات میں سترہ عورتیں جن کا قرآن نے نکاح میں لانا حرام بیان کیا ہے ان کو شمار کرکے لکھتے ہیں:۔

فتمت السبع عشرة امرأة وماسواهن فنکاحهن حلال قال الله تعالی لما نص علی هولاء المحرمات واحل لکم ما وراء ذلکم۔	پس سترہ عورتیں پوری ہوگئیں جن سے نکاح حرام ہے اور ان کے سوا عورتیں تو ان سے نکاح حلال ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب ان سترہ کی تصریح کردی کہ تمہارے لئے ان کے علاوہ سب حلال کر دی گئیں

علامہ ابن رشد کے پوتے قاضی ابن رشد مالکی اپنی کتاب بدایۃ المجتہد میں لکھتے ہیں:

وکل امرأة فانها تحل فی الشرع بوجهین اما بنکاح او بملك۔	ہر عورت شرع میں دو طریقوں میں سے ایک طریقہ سے حلال ہو جاتی ہے یا نکاح ہو یا وہ لونڈی ہو جائے

اس کے بعد موانع شرعیہ گنائے ہیں اور ان کو کلی طور پر حصر کرکے فرماتے ہیں۔

فالموانع الشرعية بالجملة اربعة عشر مانعاً۔

ان موانع میں علامہ موصوف نے سید زادی ہونے کا ذکر نہیں کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ موصوف کے نزدیک سید زادی ہونا حرمت کا سبب نہیں ہے۔ ملک العلماء علامہ کاسانی نے پھوپھی وغیرہ کی لڑکیوں کے حلال ہونیکی دلیل میں ایک بڑی اچھی بات فرمائی ہے جو غور طلب ہے :۔

کہ ان کے بارے میں ایک خاص نص بھی آئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ہم نے تمہارے لئے تمہاری بیبیوں کو حلال کردیا (یہانتک) کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے چچا کی لڑکیاں اور پھوپھیوں کی لڑکیاں اور خالہ کی لڑکیاں ۔ ملک العلماء فرماتے ہیں کہ اصل یہ ہے کہ جو بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہوتی ہے وہ آپکی تمام امت کے لئے ثابت ہوتی ہے اور خصوصیت کا اگر دعوے کیا جائے تو اسکی کوئی دلیل ہونی چاہیئے ۔

وقد ورد نص خاص فی الباب و هو قوله تعالی یا ایها النبی انا احللنا لك ازواجك الی قوله عز وجل وبنات عمك وبنات عماتك وبنات خالك وبنات خالاتك اللاتی هاجرن معك والاصل فیما یثبت للنبی صلی الله علیه وسلم ان یثبت لامته والخصوص بدلیل والله الموفق

صفحہ (۲۵۷) ج ۲۔

اسی طرح میں عرض کرتا ہوں کہ جو نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے لئے حلال ہوگا وہ آپکی اور امت کے افراد کے لئے بھی حلال ہوگا اگر کوئی خصوصیت ہے تو اسکی دلیل ہونی چاہیئے جیسی کہ مال زکوٰۃ امت کے لئے حلال ہے اور آپ کی اولاد کے لئے حرام ۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ امیر سید محمد اسمٰعیل کی عبارت نقل کردیجائے اس کے بعد خصوصیت سے فقہا نے جہاں کفو (سید کا) کا غیر کفو (غیر سید) سے نکاح

جائز لکھا ہے اُس کو لکھوں گا اسمیں بھی یہی ترتیب ہو گی کہ عام عبارتیں پہلے اشارات اور بحث طلب اقوال بعد میں ذکر کئے جائیں گے اور سب سے آخر میں فقہ کے علاوہ اور اسلامی کتب میں اس مسئلہ کے متعلق اگر کچھ لکھا گیا ہے اسکی تنقیح کیجائیگی ۔

لوگوں کیلئے اس مسئلہ کفاءت میں عجیب عجیب باتیں ہیں جن میں سے کسی کا مدار دلیل پر نہیں ہے بجز غرور اور خود پسندی کے (لا الہ الا اللہ) کتنی مسلمان عورتیں حرام ہو گئیں ان کے اولیاء کے غرور کی وجہ سے اور اپنے نفسوں کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے ہم بیزاری ظاہر کرتے ہیں اس برائی سے جسکو نفسانی خواہش نے پیدا کیا ہے اور غرور نے اسکو بڑھایا ہے فاطمی سید زادیاں ، عورتوں کے لئے یمن کی طرف وہ نکاح جو اللہ تعالی نے حلال کردئے تھے روکدئے گئے بعض زیدیوں کے قول کی وجہ سے کہ فاطمیہ کا نکاح بجز فاطمی کے دوسرے سے حرام ہے بغیر کسی دلیل کے اور یہ مذہب امام ہادی کا نہیں ہے بلکہ انہوں نے اپنی لڑکیوں کا نکاح اپنے طبرستانی شاگردوں سے کیا اور یہ قول امام ہادی کے بعد امام احمد بن سلیمان کے زمانہ میں پیدا ہوا اور ان کے بیت ریاست نے ان کی اتباع کی وہ زبان حال سے یوں کہتے ہیں کہ انکی شریف عورتیں فاطمی پر بھی حرام ہیں بجز

وللناس فی هذه المسئلة عجائب لا تدور علی دلیل غیر الکبریاء والترفع ولا اله الا الله کم حرمت المومنات النکاح لکبریاء الاولیاء واستعظامهم انفسهم اللهم انا نبرأ الیك من شر ولده الهوی ورباه الکبریاء ولقد منعت الفاطمیات فی جهة الیمن ما احل الله لهن من النکاح لقول بعض اهل مذهب الهدویة انه یحرم نکاح الفاطمیة الا من فاطمی من غیر دلیل ذکروه ولیس مذهبا للامام المذهب الهادی علیه السلام بل زوج بناته من الطبریین وانما نشأ هذا القول من بعده فی ایام الامام احمد بن سلیمان وتبعهم بیت ریاستها فقالوا بلسان الحال یحرم شرائفهم علی الفاطمیین الا من مثلهم و کل ذالك من غیر علم ولا هدی

ان کے جوان کے شل (دولت، عزت،
جاہ میں) ہوں اور تمام یہ باتیں بے علمی کی ہیں
اور نہ ہدایت سے اس کو کوئی واسطہ ہے
اور نہ کوئی روشن دلیل ہے ۔ بلکہ سید البشر
حضور صلعم سے اس کے خلاف ثابت ہوا ہے

ولا کتاب منیر بل ثبت خلاف
ما قالوه عن سید البشر ۔
(سبل السلام ۔ شرح
بلوغ المرام)

اس کے بعد مسلم شریف کی حدیث نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں :-

جیسے حدیث دلالت کرتی ہے کہ
فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں
کہ حضور صلعم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ اسامہ
سے نکاح کرو ۔ فاطمہ قرشیہ فہریہ ہیں ضحاک بن
قیس کی بہن ہیں جو صاحب جمال اور صاحب
فضل و کمال تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس آئیں کہ ان کے شوہر ابو عمرو نے طلاق
دیدی تھی اور عدت گزر چکی تھی اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ
معاویہ بن ابو سفیان اور ابو جہم نے ان کو
نکاح کا پیغام دیا ہے ۔ آنحضرت صلعم
نے ان کو اسامہ سے نکاح کرنیکا حکم دیا
جو آپ کے مولا تھے اور آپ ہی کے مولا
کے فرزند تھے درانحالیکہ فاطمہ قرشیہ تھیں
اور ان کے کفو، کے لوگوں پر اسامہ کو
مقدم رکھا اور مجھکو علم نہیں کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے ان کے رشتہ داروں سے

کما دل له الحدیث وعن فاطمة
بنت قیس رضی الله عنها ان النبی
صلی الله علیه وسلم قال لها انکحی اسامة
رواه مسلم وفاطمة قرشیة فهریة
اخت الضحاک بن قیس وهی من
المهاجرات الاول کانت ذات
جمال وفضل وکمال جاءت الی رسول
الله صلی الله علیه وسلم بعد ان
طلقها ابو عمرو بن حفص ابن المغیرة
بعد انقضاء عدتها منه فاخبرته
ان معاویة بن ابی سفیان وابا جهم
خطباها فقال رسول الله صلی الله
علیه واله وسلم اما ابو جهم فلا یضع
عصاه من عاتقه واما معاویة
فصعلوك لا مال له انکحی اسامة
بن زید الحدیث فامرها بنکاح اسامة
مولاه بن مولاه وهی قرشیة وقدمه علی اکفائها

ان کا حق معاف کرا یا ہو۔ ذکر وفی الاصل انه لو طلب احد من اولیائها استقلالها حقها

اس موقع پر شاید یہ خیال کیا جائے کہ نکاح کے عام قانون کے لحاظ سے تو سید زادیوں کا نکاح غیر سید سے حلال ہو۔ لیکن شریعت کا دوسرا قانون (کفاءت) شاید اس کے لحاظ سے یہ نکاح حرام قرار دیا جائے۔ اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ نکاح سے نہ صرف عورت سے تعلق اور رشتہ داری پیدا ہو جاتی ہے۔ بلکہ عورت کے اور رشتہ داروں سے بھی نکاح کے تعلقات و رشتے قائم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے شریعت نے عورت کے اہل خاندان کو اس کا حق دیا کہ عورت اگر ایسا نکاح کرے جو ان کی عزت و وجاہت کے لحاظ زیادہ غیر موزوں ہو تو وہ قاضی سے اس کے فسخ کی درخواست کر سکتے ہیں اور ان کے دعاوی کی تحقیق کر کے فسخ کا حکم دیسکتا ہے۔ خواہ یہ غیر موزونیت نسب کے لحاظ سے ہو یا جس سے نکاح کیا جاتا ہے گو وہ ہم نسب کیوں نہ ہو لیکن اس نے مشغلہ ایسا اختیار کیا ہے جو عورت کے اہل خاندان کے پیشوں کے لحاظ سے حقیر و کم درجہ کا ہے یا دین مہر کم کرنیکی وجہ سے افلاس و امارت کا فرق ہو غرض عدم کفاءت کسی وجہ سے ہو ولی کو قاضی کے سامنے مرافعہ کا حق حاصل ہے۔ لیکن بالفرض اگر عورت کا کوئی ولی نہیں ہے اور عورت نے غیر کفوء میں نکاح کر لیا تو نکاح حرام نہ ہوگا بلکہ حلال و جائز و صحیح ہوگا۔

ذخیرہ برہانیہ میں ہے۔

کہ منتقی میں ہشام نے بیان کیا کہ میں نے امام محمدؒ سے پوچھا کہ ایک شخص اپنی بیٹی کا نکاح اپنے غلام سے کر دے تو جائز ہے۔ فرمایا کہ اگر وہ بڑی ہے اور راضی ہے تو جائز ہے ورنہ ناجائز۔	وفی المنتقی قال هشام سألت محمدا ما تقول فی رجل زوج ابنته عن مملوك لنفسه قال ان كانت كبيرة ورضيت به جاز وان كانت صغيرة لا يجوز۔

بحر الرائق میں ہے۔

اور بہرحال جو اس (عورت) کا کوئی ولی ہی نہ ہو تو وہ نکاح بالاتفاق صحیح ہے

واما اذا لم یکن لہا ولی فهو صحیح اتفاقاً ص۱۱۱ ج (۳)۔

درمختار میں ہے۔

اگر اس کا کوئی ولی نہیں ہے تو وہ عقد صحیح اور نافذ ہر حالت میں بالاتفاق ہے

وان لم یکن لہا ولی فهو ای العقد صحیح نافذ مطلقا اتفاقا۔

علامہ شامی مطلقاً کی شرح میں لکھتے ہیں

خواہ کفو سے نکاح کرے یا غیر کفو سے

سواء نکحت کفوًا او غیرہ۔

بدائع الصنائع میں ہے:۔

ایسا اگر اولیاء عورت کی رضامندی کے بعد غیر کفو میں نکاح کر دیں تو وہ نکاح لازم ہوگا

وکذلك الاولیاء لو زوجها من غیر کفو برضاها یلزم النکاح۔

اس سے کچھ قبل ملک العلماء فرما چکے ہیں:۔

اگر نکاح ولی کی رضامندی سے ہو تو ان کو اعتراض کا حق نہ ہوگا کیونکہ عورت کا اپنا نکاح کرنا ایک اہل کا اپنے محل کے اندر تصرف کرنا ہے اور وہ اس کا خالص حق ہے نکاح لازم جو نہ ہوتا تھا وہ صرف اقرباء کے حق کی وجہ سے جب وہ راضی ہو گئی تو انہوں نے اپنا حق ساقط کر دیا اور شریعت سے ان کو اس اسقاط کا حق پہنچتا تھا اور یہ حق قابل اسقاط بھی ہے۔

ولو کان التزویج برضاهم یلزم حتی لا یکون لهم حق الاعتراض لان التزویج من المرأة تصرف من الاهل فی محل هو خالص حقها وهو نفسها وامتناع اللزوم کان لحقهم المتعلقة بالکفاءة فاذا رضوا فقد اسقطوا حق انفسهم وهم من اهل الاسقاط والمحل قابل للسقوط۔ ص۳۱۸۔

بلکہ ایک درجہ کے تمام اولیاء کی رضامندی بھی ضروری نہیں ہے بلکہ بعض نے رضامندی بھی ظاہر کر دی ہے تو نکاح لازم ہونے کے لئے کافی ہے۔

ملک العلماء کاسانی فرماتے ہیں:۔

اگر بعض ولی رضامند ہو گئے تو باقی لوگوں کا حق ساقط ہو گیا تینوں اماموں کے نزدیک۔	ولو رضی به بعض الاولیاء سقط حق الباقین فی قول ابی حنیفہؒ ومحمدؒ وعند ابی یوسفؒ ص ۳۱۸

اس کے کچھ ہی بعد علامہ موصوف فرماتے ہیں۔

اگر ایک ولی نے غیر کفو سے نکاح کر دیا دوسرے اولیاء کے عدم رضا کے باوجود عام فقہائے احناف اس کو جائز کہتے ہیں۔	ولو زوجها احد الاولیاء من غیر کفوء برضاها من غیر رضا الباقین یجوز عند عامة العلماء۔

یہی علامہ ابن نجیم نے بحرالرائق میں اور علامہ حصکفی نے درمختار میں اور علامہ شامی نے ردمحتار میں لکھا ہے۔

صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:۔

حرہ بالغہ کا نکاح اسکی رضا سے منعقد ہو جاتا ہے اگرچہ ولی نہ عقد کرے۔ خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔	ینعقد نکاح الحرة البالغة برضائها وان لم یعقد علیها ولی بکراً کانت او ثیباً۔

پھر اس کی شرح میں خود صاحب ہدایہ ارشاد فرماتے ہیں:۔

اور ظاہر الروایت میں ہے کہ کفوء غیر کفوء میں کچھ فرق نہیں ہے لیکن ولی کو حق اعتراض ہے اور شیخین سے روایت ہے کہ غیر کفو میں جائز نہیں ہے کیونکہ بہت باتیں جو ہو جاتی ہیں ان کو اٹھایا نہیں جاتا۔	وفی ظاهر الروایة ولا فرق بین الکفوء وغیر الکفوء ولکن للولی حق الاعتراض وعن ابی حنیفة وابی یوسف انه لا یجوز فی غیر الکفوء لانه کم من واقع لا یرفع۔

علامہ شامی فنفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضی ولی کی شرح میں لکھتے ہیں۔

نفاذ سے مراد صحیح ہو جانا ہے اور احکام	اراد بالنفاذ الصحة وترتب الاحکام

کا مرتب ہونا جیسے طلاق وراثت کے احکام نفاذ سے مراد لزوم نہیں ہے۔ کیونکہ لازم وہ ہے کہ جو نکاح فسخ نہ ہو سکے اور غیر کفو کا نکاح فسخ ہوسکتا ہے

من طلاق و توارث وغیرھما لا اللزوم و مراداً ھو اخص منھا لانہ ما لا یمکن نقضھا و ھذا یمکن رفعہ اذا کان من غیر کفوء۔

مختصر الوقایہ کی عبارت ہے۔

حرہ مکلفہ کا نکاح نافذ ہوجاتا ہے اگرچہ غیر کفو سے ہو بغیر ولی کے۔ لیکن ولی کو اعتراض کا حق ہے۔

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ ولو من غیر کفوء بلا ولی ولہ الاعتراض۔

اس کی شرح میں صاحب جامع الرموز لکھتے ہیں :۔

یعنے یہ نکاح صحیح ہے احکام مرتب ہوتے ہیں۔ طلاق۔ ظہار۔ وراثت وغیرہ۔ ہاں! فسخ ممکن ہے۔

ای صح ذلك مع ترتب الاحکام من الطلاق والظھار والتوارث وغیرھا الا انہ یمکن رفعہ

اسی طرح اگر قاضی نکاح کو فسخ نکرے تو نکاح لازم ہوجائیگا اور فسخ نہ ہو سکیگا یعنے صرف غیر کفو سے نکاح کرنا حرام نہیں ہے ورنہ اگر حرام ہوتا تو اس میں فسخ قاضی کی ضرورت نہیں ہوتی اس کی بالکل یہ ہی مثال ہے کہ بعض معذوری و مجبوری کی وجہ سے قاضیوں کو شریعت نے فسخ کا اختیار دیا ہے۔ خزانۃ الفتاوی میں ہے :۔

جو بالغہ عورت غیر کفو سے نکاح کرلے پس اولیاء کو حق ہے کہ معاملہ قاضی کے سامنے پیش کریں۔ لیکن بغیر فسخ قاضی فسخ نہیں ہوسکتا۔

المرأۃ تزوجت غیر کفوء فللاولیا ان یرفعوا الامر الی القاضی اما بدون فسخہ لا ینفسخ۔

(مؤلفہ محمد بن احمد بن ابوبکر حنفی)۔

خزانۃ المفتین میں ہے :-

کہ فسخ نہ ہوگا مگر قاضی کے نزدیک جیسے بلوغ کے خیار سے فسخ ۔ جب عورت غیر کفو سے نکاح کرلے تو اولیاء کو حق فسخ ہے جب تک اولاد نہ ہو ۔

ولا یکون الفسخ الا عند القاضی کالفسخ بخیار البلوغ اذا زوجت نفسها غیر الکفوء کان للاولیاء حق الفسخ ما لم تلد منه ۔

علامہ شامی فلیفسخه القاضی کے تحت میں لکھتے ہیں :-

یہ فرقت نہ ہوگی مگر قاضی کے فیصلہ سے کیونکہ اس مسئلہ میں مجتہدین کا اختلاف ہے اور طرفین دلیل پکڑتے ہیں تو نکاح منقطع نہیں ہوسکتا مگر قاضی کے فعل سے اور قاضی کے فیصلہ سے قبل نکاح صحیح ہے

فلا تثبت هذه الفرقة الا بالقضاء لانه مجتهد فیه وکل من الخصمین یتشبث بدلیل فلا ینقطع النکاح الا بفعل القاضی والنکاح قبله صحیح ۔

غرر الاحکام کے قول :- ینعقد نکاح حرة مکلفة وله الاعتراض فی غیر کفوء ۔ کی شرح میں ملا خسرو ارشاد فرماتے ہیں انشاء فسخ و انشاء جواز یعنے اگر قاضی چاہے تو فسخ کرے اگر چاہے تو جائز رکھے ۔

اور ما لم تلد منه کی شرح میں لکھتے ہیں :-

کہ ولادت کے بعد فسخ کا اختیار قاضی کو بھی نہیں رہتا ۔

واما اذا ولدت منه فلیس للاولیاء حق الفسخ

جوہرہ نیرہ میں ہے :-

یہ فرقت نہیں ہوسکتی مگر قاضی کے نزدیک ۔

ولا تکون هذه الفرقة الا عند الحاکم ۔

واقعات المفتین میں ہے :-

کہ عورت جب غیر کفو میں نکاح کرلے | اذا زوجت المراۃ نفسها غیر کفوء

عصبہ اولیاء کو فسخ کا حق ہوگا اور عدم کفائت کی وجہ سے فسخ نہیں ہو سکتا۔ مگر قاضی کے نزدیک کیونکہ مجتہد فیہ مسئلہ ہے۔

كان للاولياء من العصبة حق الفسخ ولا يكون الفسخ لعدم الكفاءة الا عند القاضي لانه مجتهد فيه (ص ۲۲)۔

شوافع کے نزدیک بھی یہی مسئلہ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شرح بخاری شریف میں لکھتے ہیں:۔

ثوری نے کہا کہ مولی عربیہ سے نکاح کرلے تو نکاح فسخ ہو جائیگا۔ امام احمد بھی ایک روایت میں یہی فرماتے ہیں امام شافعی کا قول درمیانی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ غیر کفو کا نکاح حرام نہیں ہے کہ نکاح اس سے رد ہو جائے وہ عورت اور اولیاء کی کمی ہے جب وہ اس کمی پر راضی ہیں تو نکاح صحیح ہے۔

وقال الثوري اذا نكح المولى العربية يفسخ النكاح وبه قال احمد في رواية وتوسط الشافعي فقال ليس نكاح غير الاكفاء حراماً فيرد به النكاح وانما هو تقصير بالمرأة والاولياء فاذا رضوا صح۔ فتح الباری ص ۱۰۴ ج ۹

فقہاء کی تصریحاتِ مذکورۂ بالا سے اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ عورت بالغہ کا نکاح غیر کفو کے ساتھ جائز اور صحیح ہے اگر اس کا کوئی ولی نہ ہو یا ولی بھی اجازت دیدے تو یہ نکاح لازم بھی ہو جائیگا اور ولی کا خیار ولادت تک باقی رہتا ہے ولادت کے بعد وہ خیار بھی چلا جاتا ہے۔

اس موقع پر حسن بن زیاد لولوی سے جو امام صاحب کا قول منقول ہے اس کے متعلق چند باتیں عرض ہیں امام حسن کا قول یہ ہے:۔

کہ امام صاحب کی ایک روایت ہے کہ نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

وروى الحسن عن ابي حنيفة ان النكاح لا ينعقد۔

اس قول پر علامہ شامی نے بہت زور دیا ہے:۔

اور غیر کفو میں سرے سے عدم جواز پر فتوی دیا جائے اور زمانہ کے اقتضاء کی وجہ سے فتوی کے لئے یہی بہتر ہے	و یفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلا و ھو المختار للفتوی لفساد الزمان

لیکن اس کے متعلق پہلی بات تو یہ ہے کہ اول تو یہ سیدہ سے مخصوص مسئلہ نہیں ہے بلکہ ہر عورت جبکہ اس کا شوہر غیر کفو ہو اسکو اسکا حق پہونچتا ہے تو اس مسئلہ سے سیدہ کی کسی قسم کی خصوصیت نہیں معلوم ہوئی حالانکہ اس مسئلہ کی بناء حرمت و عزت سیادت ہی پر تھی تو معلوم ہوا کہ سیدہ کو شریعت نے اس مسئلہ میں کوئی فوقیت نہیں دی ہے بلکہ اس مسئلہ عام کے تحت وہ اتنا ہی فائدہ اٹھا سکتی ہے جو ایک پٹھانی یا مغلانی یا درزن حاصل کر سکتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو اصحاب امام حسن کی روایت پر زور دے رہے ہیں وہ خود لکھ رہے ہیں:-

اگر عورت کا ولی نہ ہو تو نکاح صحیح اور لازم ہے اور بالاتفاق یہ نکاح صحیح ہے۔	و اما اذا لم یکن لھا ولی فھو صحیح نافذ مطلقا اتفاقاً (شامی)۔

مطلقاً کی شرح میں خود علامہ شامی نے لکھا ہے:- ای سواء نکحت کفواً او غیرہ

(باب الولی ص ۳۴۴)

تیسری بات یہ ہے کہ ولی ہو اور اگر اس کی رضامندی حاصل کر لیگی تو بھی تو یہ نکاح بالاتفاق صحیح و جائز ہے۔ مبسوط سرخسی میں ہے۔

کہ جب عورت غیر کفوء سے نکاح کرے اور ایک ولی بھی راضی ہو جائے تو نکاح جائز ہے۔	و اذا تزوجت المراۃ غیر کفوء فرضی احد الاولیاء جاز ذالك۔

اسی طرح اگر ولی عورت کی رضامندی سے غیر کفو سے نکاح کر دے تو بھی نکاح جائز ہونے میں کسی کو کلام و بحث کا موقع نہیں ہے۔ جوہرہ نیرہ میں ہے:-

اگر ایک ولی نے غیر کفوء سے نکاح کر دیا عورت کی رضا مندی سے۔ اس ولی کو اور اُس جیسے ولی کو یا اس سے کم درجہ کے ولی کو فسخ کا حق نہیں ہے ۔ . . .	وان زوجها احد الاولیاء برضاها من غیر کفوء لم یکن لهذا الولی ولا لمن هو مثله او دونه حق الفسخ
. . . .	عند نا خلافاً لزفر ولو اسقط
بعض اولیاء نے اپنا حق ساقط کر دیا تو بقیہ اولیاء کا بھی حق ساقط ہو جاتا ہے بشرطیکہ عورت راضی ہو جائے ۔	بعض الاولیاء حقه من الکفاءة سقط حق الباقین اذا رضیت بذلك المرأة عندهما

علامہ شامی کا اسپر اصرار ہے کہ مفتی بہ روایت یہی ہے لیکن علامہ ابن نجیم نے جہاں حسن کی روایت کو مفتی بہ کہا ہے اسی جگہ یہ بھی لکھدیا ہے کہ:

بہت سے مشائخین نے ظاہر الروایت پر فتوی دیا ہے ۔	ان کثیرا من المشائخ افتوا بظاهر الروایة ۔

اور پھر خود فیصلہ فرماتے ہیں:۔

اسکی اسپر دلالت ہے کہ اکثر مشائخ نے انعقاد نکاح کا فتوی دیا ہے تو اس مسئلہ میں فتوے مختلف ہو گئے	وهذا یدل علی ان کثیراً من المشائخ افتوا بانعقاده فقد اختلف الافتاء

ملا نظام نے فتاوی عالمگیری میں نقل کیا ہے :۔

برہان الائمہ نے ذکر کیا ہے کہ فتوی جواز نکاح میں باکرہ ہو یا ثیبہ امام اعظم کے قول پر ہے ۔	وفی البزازیة ذکر برهان الائمة ان الفتوی فی جواز النکاح بکراً کانت او ثیباً علی قول الامام الاعظم

تو اس صورت میں جبکہ فتوی دونوں جانب موجود ہوں تو اس کی ضرورت ہو گی کہ کسی ایک جانب کو ترجیح دیجائے ۔

امام حسن نے امام صاحب کا جو قول نقل کیا ہے وہ وہ قول ہے جس سے

صاحبین نے رجوع کر لیا۔ ذخیرہ برہانیہ میں ہے۔

پھر عورت جب اپنا نکاح غیر کفو سے کرلے تو نکاح ظاہر الروایۃ میں صحیح ہے۔ امام صاحب سے بھی منقول ہے اور صاحبین کے آخری قول یہی ہیں۔ یہانتک قبل التفریق طلاق ظہار ایلاء وراثت وغیرہ کے تمام کے احکام ثابت ہوتے ہیں۔

ثم المرأۃ اذا زوجت نفسها من غیر کفوء صح النکاح فی ظاهر الروایۃ عن ابی حنیفة وهو قول ابی یوسف اخرا وقول محمد آخرا حتی ان قبل التفریق ثبت حکم الطلاق والظهار والایلاء والتوارث وغیر ذالك

عالمگیری میں بھی محیط سے اس کو نقل کیا ہے اور یہ ظاہر ہے امام صاحب کا وہ قول جس پر صاحبین متفق ہوں اور دوسرے اصحاب کے قول پر باعث ترجیح ہے اس کے علاوہ حسب ذیل اصول ترجیح ہیں ان کے لحاظ سے آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ کس فتوی کو ترجیح ہوگی۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:۔

کہ جب تصحیح وفتوی مختلف ہو تو متون کے موافق فتوی دینا بہتر ہے۔

اذا اختلف التصحیح والفتوی فالعمل بما وافق المتون اولی ج ۱

تقریباً تمام متون سے مسئلہ نقل کیا جاچکا ہے ملتقی الابحر جس میں تمام متون اربعہ کو یکجا جمع کیا گیا ہے یوں ہے:۔

حرہ مکلفہ کا نکاح بغیر ولی کے بھی نافذ ہوتا ہے صرف غیر کفو ہونے کی حالت میں اعتراض کا حق باقی ہے۔

نفذ نکاح حرۃ مکلفة بلا ولی وله الاعتراض فی غیر الکفوء۔

اسی مقام پر شامی میں ہے:۔
فتوی جب مختلف ہو تو ظاہر الروایت کو ترجیح ہوگی۔

الفتاوی اذا اختلفت کان الترجیح لظاهر الروایة۔ ج ۱

اسی سے متصل ہے:۔

جب تصحیح وفتوی مختلف ہو تو ظاہر الروایۃ کی تلاش ضروری ہے اور اسی لئے اسکی طرف رجوع بھی ضروری ہے۔	اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاہر الروایۃ والرجوع الیہا ج (۱) ص ۴۷۔

اب آپ کو معلوم ہے کہ ظاہر الروایۃ کا مسئلہ کونسا ہے اور غیر ظاہر الروایۃ کا مسئلہ کونسا۔ اب بھی اس کا موقع ہے کہ امام حسن کے قول پر فتوی دیا جائے۔

سب سے آخر میں یہ عرض کرنا ہے کہ علامہ شامی نے ہی نقل کیا ہے کہ جب روایت میں اختلاف ہو تو جو روایت درایت کے موافق ہو اسپر عمل کیا جائے اور ظاہر ہے کہ جواز نکاح کی روایت درایت کے موافق ہے کیونکہ قرآن واحادیث سے جو نکاح کے عام اصول معلوم ہوئے ہیں ان کا پہلو جواز کا ہے بخلاف عدم جواز کہ اسکی موافقت میں اصول نہیں ہیں بلکہ صرف مصالح۔

درایت سے عدول جائز نہیں خصوصاً جبکہ اس کے موافق کوئی روایت بھی ہو	ولا ینبغی ان یعدل عن الدرایۃ اذا وافقتہا روایۃ۔ ج (۱) ص ۴۳۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ خود مسئلہ کفاءت کا وجود اسلام کے عام اصول مساوات کے منافی ہے۔ لیکن اسلام میں کفاءت اول کسی ذات اور کسی پیشہ یا صنعت سے مخصوص نہیں کیگئی۔ پھر غیر کفو کو یہ حق حاصل ہو اس کے علاوہ اسلام نے کفاءت کے جو اصول مدون کئے ہیں وہ انسان کے عام جذبات کے اتنے زیادہ مناسب ہیں کہ اگر ان کا خیال نہ کیا جائے تو فتنہ و فساد کا دروازہ کھلجائے۔ مثلاً

(۱) عورت بالغہ کا نکاح اگر اس کا کوئی ولی اسکی رضامندی سے کردے تو اس مسئلہ کفاءت کا کوئی اثر اسپر نہیں پڑتا۔

(۲) عورت بالغہ ہو اور اس کا کوئی ولی نہ ہو اور وہ خود اپنی مرضی سے کسی سے بھی نکاح کرلے اس موقع پر بھی اس مسئلہ کا کفاءت کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(۳) عورت بالغہ ہو اور ولی کی نارضامندی کے باوجود وہ نکاح کرے تو وہ نکاح کالعدم نہیں رہتا بلکہ اس نکاح سے احکام زناشوئی ثابت ہوجاتے ہیں اور اگر قاضی کسی

علامہ ابن العربی مالکی نے سورۂ احزاب کی ایک آیت سے استنباط کیا ہے کہ ... نص علی ... الکفاءۃ ... فی الاحساب ... احکام القرآن ص ۱۶۲

مصلحت کی وجہ سے اس نکاح کو فسخ نکرے تو یہی نکاح قائم رہیگا۔ تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ قاضی کی رائے میں عورت کا انتخاب غلط نہ ہو تو یہاں بھی مسئلہ کفارت کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

مسئلہ کفارت کا اثر کب پڑتا ہی جبکہ عورت بالغہ بلا رضامندی ولی نکاح کرے اور ولی قاضی کے سامنے اپنی ناراضی کے وجوہ بیان کرے اور قاضی اسکو تسلیم بھی کرے تو فسخ کا حکم دیسکتا ہے۔

غور کا مقام ہے کہ جب تک کوئی اہم امر نہ ہوگا تو ولی کو کیا ضرورت ہوگی کہ یفرقون بین المرء وزوجہ کا مصداق بنے۔ اسی طرح اگر نفسانی خواہش کی بنا پر اگر ولی نے ایسی حرکت کی تو قاضی اسکی تحقیقات کریگا کہ وجہ فسخ کیا ہے عورت نے انتخاب میں غلطی کی ہے؟ اور اب اس غلطی کی اصلاح یہی بہتر ہی کہ دونوں علیحدگی کرادیجائے ورنہ اب بھی قاضی کو پورا اختیار باقی ہی کہ نکاح قائم رہنے دے اسیطرح اگر مرد نے عورت کا مہر کم مقرر کیا ہے تو بھی ولی کو فسخ نکاح کا حق ہے یا مرد اس کے خاندانی حالات کے لحاظ سے پورا مہر دینا قبول کرے اس کو فقہا کفاءت فی المہر کہتے ہیں۔ کیا اس قسم کی کفارت عام اصول مساوات کے خلاف ہوسکتی ہے۔ نسب میں کفارت کے مسئلہ کو شریعت[۵۱] میں کیا وقعت ہے اس سے بحث نہیں کرتا صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ علامہ شامی علامہ نوح سے نقل کرتے ہیں۔

کہ بیشک امام ابوالحسن کرخی اور امام ابوبکر جصاص رازی اور درانحالیکہ وہ عراق کے بہت بڑے علماء میں سے ہیں، اور عراق کے مشائخین میں جو ان دونوں کے متبع ہیں انہوں نے نکاح میں کفارت کا بالکل اعتبار نہیں کیا ہے ج ا ص ۴۱۲ھ

وفی حاشیۃ الدرر للعلامۃ نوح ان الامام ابا الحسن الکرخی والامام ابا بکر الجصاص الرازی وھما من کبار علماء العراق ومن تبعھما من مشائخ العراق لم یعتبروا الکفاءۃ فی النکاح

اس سے زیادہ اس عبارت کا وہ حصہ اہم ہے جو اس سے بالکل متصل ہے:-

۵۱؎ ابن العربی ج ۱ احکام القرآن [illegible] ۱۳۴۷ھ

کہ اگر یہ روایت ان کے نزدیک امام صاحب سے ثابت نہ ہوتی تو وہ اسکو اختیار نکرتے۔ | ولو لم تثبت عندھم ھذہ الروایۃ عن ابی حنیفہ لما اختاروھا۔

یعنے کفاءت کے نہ ہونے کی روایت امام صاحب سے ثابت ہے۔

تمام مذکورۂ بالا اصول پر نظر کرتے ہوئے یہ فیصلہ بہت آسان ہو جاتا ہے کہ عاقلہ بالغہ کا نکاح غیر کفوٗ سے منعقد ہو جاتا ہے رہا یہ اصول کہ جب حلت و حرمت میں اختلاف ہو تو حرمت کو ترجیح ہوگی۔ اس کا قاعدہ کلیہ ہے کہ اگر احتیاط جانب حرمت میں ہو تو حرمت کو ترجیح ہوگی ورنہ نہیں۔ محرم سے نکاح نہ کرنے کے متعلق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت میمونہ کی حدیث پر احناف عمل کرتے ہیں۔ یہاں حلت و حرمت میں ترجیح حرمت کو نہیں دیتے۔ کتب تفسیر کو آدمی بے وضو چھو سکتا ہے اور ہمارے فقہا اسکی کوئی تصریح نہیں کرتے کہ اس میں قرآن پاک کا حصہ زیادہ ہو یا برابر یا کم۔ یہاں حرمت کو ترجیح نہیں دیگئی۔

کپڑے، برتن ناپاک کے ساتھ کچھ پاک بھی ہوں۔ یہاں حرمت و نجاست کو ترجیح نہیں دیگئی۔ شہر میں حلال و حرام ملا ہوا ہو۔ پھر ہم کو خریداری کی اجازت ہے جب تک دلیل قائم نہ ہو جائے کہ یہ حرام ہے یہ کلیہ نہیں ہے کہ حلال حرام جمع ہو جائیں یا پاک ناپاک کا اجتماع ہو تو وہاں حرمت اور ناپاکی کی ترجیح ہو جائے۔

اور علامہ شعرانیؒ کا جو قول پیش کیا جاتا ہے وہ انہوں نے اپنے جذبات عقیدت کا اظہار کیا ہے نہ یہ کہ شریعت مسئلہ تبلایا ہے۔ شریعت کا مسئلہ تو وہ ہے جو انہوں نے میزان میں لکھدیا ہے۔ چنانچہ ان کا قول ولو من قبل الام (اگرچہ وہ سید ماں کی جانب سے کیوں نہ ہو)۔ خود اسپر دلالت کرتا ہے کہ سیدہ کا نکاح غیر سید سے جائز ہے۔

سوال کے دوسرے جز کے متعلق یہ عرض ہے کہ حلال ہے اور خلاف تقوی نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ام کلثومؓ کے غیر کفوٗ نہ تھے جو یہاں اس

قسم کا سوال پیدا ہو کیونکہ بدائع میں ہے۔

قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں اگرچہ ان کے قبیلے مختلف کیوں نہ ہوں یہانتک وہ قریشی جو ہاشمی نہیں ہے جیسی تیمی (جس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے) اموی (جس سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے) عدوی (جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے) اور ان جیسے اور قریشی سب ہاشمی کے کفو ہیں۔

فقریش بعضهم اکفاء بعض علی اختلاف قبائلهم حتی یکون القریشی الذی لیس بقریشی کالتیمی والاموی والعدوی ونحو ذالك اکفاء للهاشمی۔

یہ سوال کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غیر متقی قرار دیا جا سکتا ہے (نعوذ باللہ منہا) اس کے متعلق بجز اس کے کہ یہ پڑھ دیا جائے۔

کبرت کلمة تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا (بہت بری بات ہے جو انکے منہ سے نکلتی ہے وہ صرف جھوٹ کہتے ہیں)

اور کیا کہا جا سکتا ہے تقویٰ وہی ہے جو صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کیا خصوصاً شیخین رضوان اللہ علیہم نے۔

سوال ۲ اگر کسی شیخ نے سیدزادی سے نکاح کر لیا ہو تو صرف اُس کا یہ نکاح کرنا سیدوں کے ساتھ بے ادبی کرنے پر محمول کیا جا سکتا ہے یا نہیں اور سیدہ کے غیر سید شوہر کو بے ادب کہنا صحیح ہے یا کیا؟

جواب - یہ بے ادبی نہیں کیونکہ ادب نام ہے حسن اخلاق کا (مجمع البحار ج ۱) کتاب التوقیف فی مہمات التعاریف مؤلفہ شیخ عبدالرؤف مناوی میں ہے

نفس کی ریاضت اور حسنِ اخلاق کو ادب کہتے ہیں اور ہر وہ عمدہ ریاضت جس سے انسان فضیلت حاصل کرے اس کا نام بھی ادب ہے۔

الادب ریاضة النفس ومحاسن الاخلاق ویقع علی کل ریاضة محمودة یتخرج بها الانسان فی فضیلة من الفضائل (قلمی مخزونہ کتب خانہ جامعہ عثمانیہ)۔

علامہ مطرزی نے بھی یہی تعریف کی ہے ملاحظہ ہو مغرب۔ جب تک ... ثابت نہ کرلیا جائے یہ بداخلاقی ہے اس وقت تک اس کو بے ادبی نہیں کہہ سکتے

سوال ۳ ۔ جس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی آل پر درود پڑھا جاتا ہے اسی کی آل کے ساتھ درود پڑھنے والا اپنی منکوحہ ہونے کی حیثیت سے ... زید قابل لعنت و ملامت فعل قرار دیتا ہے ۔ اس قول میں زید کہاں تک حق بجانب ہے

جواب ۔ لعنت ہمیشہ حرام فعل پر کی گئی ہے یہ حرام نہیں ہے ۔ اس لیے یہ فعل قابل لعنت و ملامت نہیں ہے ۔ صرف بعض مصالح کی بناء پر رشتہ داروں کے مطالبہ پر قاضی کو تفریق کا حق دیا گیا ہے ۔ چنانچہ نسبی کفاءت کیساتھ یہ تفریق مخصوص نہیں ہے بلکہ زوجین کی مالی حالت اور پیشوں اور دینداری میں اختلاف ہو تو بھی اس قسم کا حق قاضی کو ہے اور جہاں نسب کی بناء پر کفاءت کا اعتبار نہیں ہے وہاں بھی بعض مواقع پر قاضی کو تفریق کا حق دیا گیا ہے ۔ چنانچہ درمختار کے قول

واما الكفاءة بين الذميين فلا تعتبر الا لفتنة

اور کفار کے درمیان کفاءت کا اعتبار نہیں ہے لیکن فتنہ کے موقع پر اسکا لحاظ کیا جاتا ہے

کی شرح میں علامہ شامی لکھتے ہیں :-

اى لدفعها قال فى الفتح عن الاصل الا ان يكون نسبا مشهورا كبنت ملك من ملوكهم خدعها حائك او سائس فانه يفرق بينهم لا لعدم الكفاءة بل لتسكين الفتنة والقاضى مامور بتسكينها بينهم كما بين المسلمين ۔

یعنی دفع فتنہ کے موقع پر اس کا لحاظ کیا جاتا ہے فتح القدیر میں ہے کہ عورت کسی مشہور خاندان سے ہو ۔ جیسے ذمیوں کے کسی شاہی خاندان کی لڑکی کو کسی جولاہے یا سائیس نے بہکا لیا تو تفریق کردی جائیگی اور اس تفریق کا مبنی عدم کفاءت نہیں ہے بلکہ فتنہ کا بٹھانا اور قاضی پر واجب ہے کہ ذمیوں کی جماعت میں فتنہ پیدا نہ ہونے دے جس طرح مسلمانوں میں فتنہ پیدا

نہ ہونے دینے پر وہ مامور ہے "

ملک العلماء نے خود تصریح کردی ہے کہ:-

انکا حق غیر کفاء میں خود غیر کفو ہونے کی وجہ سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ عار کے ضرر کو دفع کرنے کیلئے یعنی رشتہ دار ان کو کفاءت کے اختلاف کے علاوہ بھی مرافعہ کا حق ہے اسکی وجہ عار کا دفع کرنا ہے	ولان حقهم في غير الكفاءة ما ثبت لعينه بل لدفع الضرر -

سوال ۴ - نورالابصار ص (۱۰۱) میں عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول منقول ہے کہ سیدہ سے وہی شخص نکاح کرے جو اس کی تعظیم اور کفش برداری کرسکے اور اس کا محکوم بننے کے قابل اپنے کو سمجھے - جس میں یہ صلاحیت نہ ہو بہتر یہی ہے کہ سیدہ سے نکاح نہ کرے - الخ

کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ سے کہیں منقول ہے کہ یہ حضرات اپنی سیدانی بیبیوں کی تابعداری و کفش برداری فرمایا کرتے تھے؟ نہیں تو یہ ادب دوسرے شوہروں کے لئے کس اصول پر مخصوص کیا جاسکتا ہے -

جواب (۴) - نورالابصار میں حضرت عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بیان فرمایا ہے وہ ان کے جذبات عقیدت ہیں اور شریعت کا مسئلہ وہ ہے جو اول سوال میں میزان شعرانی سے نقل کرچکا ہوں -

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق حدیثوں میں آیا ہے کہ آپ میں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میں بے لطفی ہوجایا کرتی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلح کرادیا کرتے تھے -

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق ہمارا یقین ہے کہ ان سے زیادہ با اخلاق اور شریعت پر عامل کوئی نہ تھا اب شریعت نے جتنی دلداری کی اجازت شوہر کو دی ہے صحابہ خصوصاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس میں کمی نہ کرتے ہونگے -

سوال ۵ - کیا الرجال قوامون علی النساء (پ ۵ رکوع ۳) میں نساء سے

صرف غیر سید عورتیں ہی مراد ہیں اور سیدانیوں کو ہر طرح اپنے شوہروں پر غالب ہی رہنے کا حکم خدائے عزوجل نے دیا ہے اور اسی رکوع میں دوسری آیت شریفہ واللتی تخافون نشوزھن فعظوھن واھجروھن فی المضاجع واضربوھن سے آیا سیدزادیاں مستثنےٰ ہیں ۔

جواب ۔ آیات مندرجہ سوال میں کوئی تخصیص نہیں ہے اور نہ سید عورتوں کے احکام غیر سید عورتوں سے ممتاز ہیں ۔

سوال ۶ ۔ اور جس اصول ادب کے تحت سیدزادی سے نکاح نہ کرنا بہتر قرار دیا جا سکتا ہے اسی اصول پر سیدوں کو ملازم رکھنا بھی بے ادبی اور خسران آخرت کا موجب ہو سکتا ہے کیونکہ ملازم کا احترام ناممکن ہے اگر یہ اصول رائج ہو جائے تو سیدوں کی بیروزگاری و پریشان حالی کا کیا دفعیہ ہو سکتا ہے اور امت محمدیہ کا اس اصول پر عمل ممکن بھی ہے یا نہیں ۔ الدین یسر کے باوجود ایسے دشوار مسائل کی تجویز کہاں تک حق بجانب ہو سکتی ہے ؟

جواب ۔ اصول خانہ زاد کا شریعت میں اعتبار نہیں ہے ہاں اپنے مخدوم زادوں کے ساتھ جو ادب مناسب ہو اس کو کس طرح ادا کیا جا سکتا ہے ۔ یہ ہر شخص کے اختیار تمیزی پر موقوف ہے باقی اجزا سوال مفتی کے حدود سے خارج ہیں

سوال ۷ ۔ کیا شوہر کو اپنی سیدہ زوجہ کا ادب اور نعلین برداری جس طرح ضروری ہے سیدانیوں پر بحکم رسول اکرم صلعم خاوندوں کا ادب و احترام بھی لازم ہے یا نہیں اور نیک نفس شیخ شوہروں کی کفش برداری و احترام کا الٹا اثر لیکر سیدانی بیبیوں کا ان کی نافرمانی اور خلاف شرع حرکات کا کیا انسداد ہو سکتا ہے اس صورت میں کیا شوہر ہر طرح کی ناجائز تکلیف ہی برداشت کرتا رہے یا طلاق دیدے ۔

مفتیان شرع متین کے ادب و احترام والے فتوے کے تحت کثیر التعداد مطلقہ سیدانیوں کی پریشان حالی کا کیا انسداد ہو سکیگا ؟

جواب ۷ - سیدانیوں پر اپنے شوہروں کی اسی درجہ اطاعت ورضا لازم ہے جس درجہ غیر سیدانیوں پر اپنے شوہروں کی اطاعت ورضامندی۔ حتی الامکان طلاق سے گریز کرنا چاہئے۔ کیونکہ شریعت نے تمام جائز چیزوں میں اسی کو مبغوض ترین چیز قرار دیا ہے۔

سوال ۸ - اگر غیر سید شخص سیدہ کا غیر کفو قرار دیا جائے بغیر اجازت ولی اس کا نکاح سیدہ کے ساتھ غیر صحیح ہو سکتا ہے تو یہ حکم ہر ایک کے لئے ہے یا عالم شخص اس سے مستثنیٰ ہے یعنے اگر غیر سید عالم کا نکاح کسی بالغہ سیدہ سے بلا اجازت ولی منعقد ہو چکا ہو تو فسخ نکاح کا حق ولی کو ہے یا نہیں۔ نیز شرافت علم بڑھکر ہے یا شرافت نسب۔ غیر سید عالم کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے یا جاہل سید کا۔

جواب ۸ - عالم شخص اس سے مستثنیٰ ہے شامی میں ہے۔

عالم عجمی جاہل عربی کا کفو ہوگا اور علویہ کا بھی کیونکہ علم کا شرف نسبی شرافت سے بالا ہے۔ اس طرح عالم محتاج مالدار لڑکی کا بھی کفو ہے۔ اور اس کی وجہ کھلی ہوئی ہے جب علم کا شرف نسب کے شرف سے بالا ہے تو مال کے شرف سے بدرجہ اولی بالا ہوگا۔

فالعالم العجمی یکون کفوًا للجاهل العربی والعلویة لان شرف العلم فوق شرف النسب وایضاً فی فتح القدیر وجزم به الرازی وزادوا العالم الفقیر یکون کفوًا للغنی الجاهل والوجه فیه ظاهر لان شرف العلم فوق شرف النسب فشرف المال اولی۔

لیکن علم سے دین کا علم مراد ہے جس کے ساتھ عمل ہو ورنہ شریعت میں علم بے عمل یا دین کے علاوہ اور علوم سب کا شمار بے علمی میں ہے دنیاوی جاہ ووقار کے لحاظ سے کفاءت سوال میں مذکور نہیں اس لئے اس کا بیان وتفصیل ہم پر ضروری نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب

کتبہ فضل اللہ غفرلہ۔ ۲۷ جمادی الاولی ۱۳۵۰ھ۔
مددگار پروفیسر تفسیر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

حضرت مولانا مفتی عبداللطیف صاحب رحمانی دامت فیوضہم

پروفیسر تفسیر جامعہ عثمانیہ

اس میں شک نہیں کہ فاضل مجیب نے اس فتوے کے لکھنے میں ہر پہلو پر نظر ڈالکر اس کو نہایت تحقیق سے لکھا ہے اور امر حق روز روشن کی طرح سے واضح کر دیا ہے۔

(دستخط) عبداللطیف پروفیسر تفسیر جامعہ عثمانیہ

حضرت مولانا عبدالواسع صاحب پروفیسر فقہ و اصول فقہ جامعہ عثمانیہ

میں نے آٹھوں سوالوں کے جواب پڑھے مجیب نے ما شاء اللہ ہر سوال کا صحیح اور مدلل جواب دیا ہے اور ہر مسئلہ کو دلائل واضحہ سے ثابت کیا ہے اس تحریر کے بعد کسی مزید تحریر کی ضرورت نہ تھی تاہم میں بھی مختصر طور پر کچھ لکھدینا مناسب سمجھتا ہوں

علم اصول فقہ کے دو متفقہ قاعدہ ہیں (۱) عام اپنے عموم پر محمول ہوتا ہے اور حکم عام سے کسی فرد کی تخصیص نہیں ہو سکتی جب تک کہ تخصیص پر کوئی دلیل شرعی قائم نہ ہو (۲) قوت میں دلیل تخصیص کو حکم عام کے مساوی یا اس سے اعلیٰ ہونا چاہئے ان قاعدوں کے پیش نظر رکھتے ہوئے آیات مندرجہ جواب سوال اول کے ساتھ آیہ کریمہ والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب الخ کے ملانے سے یہ کلیہ قاعدہ دلائل قرآنی سے ثابت ہوتا ہے "کہ ہر مسلمان کو ان مومن اور کتابی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے جو اس کے محرمات نسبی و سببی میں داخل نہ ہوں" اس قاعدہ کی قطعیت اجماع امت سے ثابت ہے کیونکہ قرون مشہود لہا بالخیر کے تمام مجتہدین نے اسپر اتفاق کیا ہے۔ لہذا اب اسکی تخصیص بھی بغیر کسی دلیل قطعی کے نہیں ہو سکتی۔

اس اصول کی بنا پر ہر مسلمان خواہ وہ شیخ ہو یا سید مغل ہو یا پٹھان آزاد ہو یا آزاد کردہ غلام سیدانی سے شادی کر سکتا ہے اور یہ نکاح جائز اور صحیح ہوگا کیونکہ کوئی دلیل تخصیص موجود نہیں ہے۔ نیز حضرت سرور کائنات مفخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنی صاحبزادیوں کے نکاح غیر سیدوں سے کردے جن میں جناب امیر علیہ السلام اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ شامل ہیں۔ کیونکہ سید حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کہلاتی ہے اور ان کے علاوہ سب غیر سید۔ اور اگر سید سے مراد خاص جناب سیدہ رضی اللہ عنہ کی اولاد لی جائے تب بھی جناب سیدہ کی تمام صاحبزادیاں غیر سید حضرات کو بیاہی گئیں نیز اگر سید کے معنی کوئی شخص بنی ہاشم لے اگرچہ یہ متعارف نہیں ہے۔ تب بھی یہ مسئلہ افعال رسالت پناہی سے عیاں ہو جاتا ہے کیونکہ حضور نے حضرت زینب بنت جحش کی شادی حضرت زیدؓ ابن حارثہ سے کردی جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے نیز حضرت اسامہ بلال رضی اللہ عنہ کی شادی اور سلمان فارسی کی شادی ہاشمی اور قریشی عورتوں سے ہوئی ہے لہذا سیدانی کا نکاح غیر سید سے نہ صرف جائز و نافذ ہے بلکہ صحابہ اور تابعین کے اس پر عمل پیرا ہونے سے ظاہر ہے کہ اس میں کراہت کا شائبہ بھی نہیں ہے نہ خلاف اولیٰ ہے ورنہ صحابہ اور تابعین کیوں ایسا کرتے اور جناب امیر رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادیوں کو کیوں غیر سیدوں کو بیاہ دیتے بلکہ بمقتضائے حدیث شریف اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم سیدانی سے نکاح کرنے میں بے ادبی کا ادنیٰ شائبہ بھی نہیں ہے۔ جب یہ نکاح جائز و نافذ ہے تو اس پر تمام احکام نکاح مرتب ہوں گے۔ شوہر و زوجہ میں تعلقات زناشوئی کا قیام بھی اس میں داخل ہے کیونکہ نکاح کی حقیقی غرض و غایت یہی ہے پھر اس کو کیونکر بے ادبی یا قابل مذمت فعل کہہ سکتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو قرون سابقہ میں خاندان نبوت کی جو صاحبزادیاں دوسرے خاندان میں بیاہی گئی تھیں وہ صاحب اولاد نہ ہوتیں:۔

نیز آیات مندرجہ سوال پنجم عام ہیں اور ان کے عموم کی تخصیص کسی دلیل شرعی سے نہیں ہوئی ہے۔ لہذا سیدانی کے شوہر کو شوہر ہونے کی حیثیت سے اپنی زوجہ پر وہ تمام اختیارات حاصل ہیں جو ان آیات میں بیان ہوئے ہیں اور زوجہ پر اپنے شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری ضروری ہے۔ لیکن شوہر کو بحیثیت مسلمان ہونے کے اُن

آیات پر عمل پیرا ہونے میں اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اُس سے اپنی زوجہ کے متعلق کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جس سے دودمان نبوت اور خاندان اہل بیت کے متعلق ادنیٰ شائبہ توہین واستخفاف ظاہر ہو۔ کیونکہ خاندان رسالت کی ادنیٰ توہین باعثِ خسرانِ آخرت ہے مگر اس کی یہ معنی نہیں ہیں کہ شوہر اپنے جائز حقوق سے محروم ہو جائے بلکہ یہ مطلب ہے کہ شوہر اپنے جائز حقوق کے استعمال کرنے میں احتیاط برتے اور زوجہ کے خاندانی وقار کو ملحوظ رکھے۔ چنانچہ علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ کے قول مندرجہ سوال چہارم کا یہی مطلب ہے جو انہوں نے اپنے جذبات عقیدت کے اظہار کے لئے تحریر فرمایا ہے اگر اُس قول سے عدم جواز پر دلیل لائی جائے تو کسی طرح صحیح نہیں۔

اب رہا کفائت کا مسئلہ اُس کو اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اولاً اس لئے کہ کفائت میں کفائت فی العلم کو سب پر تقدم ہے۔ عجمی عالم عربی جاہل عورت کا کفوٴ ہے۔ نیز مفلس عالم مالدار جاہلہ عورت کا کفوٴ ہے۔ جیسا کہ فقہا نے تصریح کی ہے۔ ثانیاً اس لئے کہ اس میں سیدوں کی کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ قریش باہمدگر کفو ہیں اور اگر سیدانی کسی غیر سید قریشی سے شادی کرلے تو وہ نکاح بالاتفاق جائز ہے اور ولی کو حق اعتراض نہیں۔ ثالثاً غیر کفو فی النسب شادی کرنے کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) عورت کا کوئی ولی نہو اور وہ غیر کفو سے شادی کرے یہ نکاح بالاتفاق جائز ہے بشرطیکہ وہ بالغہ ہو اور کسی کو اس نکاح پر حق اعتراض حاصل نہیں۔

(۲) عورت بالغہ بعض اولیاء کی رضامندی سے غیر کفوٴ سے نکاح کرے اس صورت میں بھی نا رضامند اولیاء کو حق اعتراض حاصل نہیں ہوتا اور نکاح جائز و نافذ ہو جاتا ہے۔

(۳) بالغہ عورت اپنے اولیاء کے بلا علم و اطلاع غیر کفوٴ سے شادی کرے اس صورت میں بھی بالاتفاق نکاح جائز ہے۔ لیکن ولی کو اختیار ہے کہ وہ بعد علم قاضی کو

درخواست دیکر نکاح کے فسخ کرانے کی استدعا کرے اور قاضی اس استدعا کی بناء پر نکاح فسخ کرسکتا ہے بشرطیکہ عورت کو حمل قرار نہ پایا ہو اگر حمل قرار پاگیا ہے تو قاضی حکم فسخ نہیں دیسکتا اور نہ ولی کو استدعا فسخ کرنے کا اختیار باقی رہتا ہے۔ واضح رہے کہ بغیر حکم قاضی کے اس صورت میں نکاح فسخ نہیں ہوسکتا۔

(۴) عورت بالغہ نے اولیاء کی اظہار ناراضی کے باوجود غیر کفو سے نکاح کرلیا یہی صورت مختلف فیہ ہے جیساکہ صاحب بحرالرائق کے قول وان لم یجز الولی سے ظاہر ہے۔ صاحبین کی روایت کی بموجب یہ نکاح منعقد ہوجائیگا اور بلا حکم قاضی فسخ نہ ہوسکیگا اور حسن ابن زیاد کے روایت کے بموجب نکاح منعقد نہ ہوگا اور اسپر احکام نکاح مرتب نہ ہونگے۔ لیکن فقہ حنفی کی ظاہر الروایۃ متون کی بناء پر صاحبین کا قول مفتی بہ ہے اور اسی پر فتوی دینا چاہیئے ورنہ فتنہ وفساد کے دروازہ کے کھل جانے کا اندیشہ ہے لیکن اگر کوئی شخص بعض حنفیہ کے اقوال کے بموجب حسن ابن زیاد کی روایت پر فتوی دے تو اُس کو تفصیل مندرجہ صدر کی تشریح کردینا چاہیئے جیساکہ علامہ شامی نے ردالمحتار میں کہا ہے۔

میری اس تحریر سے آٹھوں سوال کے جواب ظاہر ہوگئے ہیں لہذا ... جواب ختم کرتا ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(دستخط) محمد عبدالواسع عفی عنہ پروفیسر فقہ واصول فقہ جامعہ عثمانیہ

حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب صدیقی سینیر پروفیسر دینیات جامعہ عثمانیہ

مسلمانوں کو آرام سے بیٹھنا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ مدوجزر لازم وملزوم ہیں۔ ایک صاحب وعظ میں فرماتے ہیں کہ سیدانی کا نکاح شیخ سے نہیں۔ نکاح کرنیوالا ملعون ومردود ہے۔ دوسرے صاحب اخباروں میں فتووں میں وعظوں میں بیان کرتے ہیں شرف سیادت کوئی چیز نہیں۔ سیدانی بیوی کو مار سکتے ہیں ہر طرح کی تکلیف دیسکتے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ تحریم حلال کرتے ہیں

دوسری قسم کے توہین نسبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کرتے ہیں ایک فتنہ ہے کہ پھیلا ہوا ہے باہر کے اختلاف کیا کم تھے کہ بیکار بیفائدہ تباہ کن لڑائی ہورہی ہے تحلیل حرام۔ تحریم حلال۔ توہین نسبت رسول سب برے ہیں اللہ مسلمانوں کو ہدایت عطا کرے۔

(شرحد ستخط) عبدالقدیر صدر شعبہ دینیات کلیہ جامعہ عثمانیہ

ازحضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب قبلہ گیلانی پروفیسر دینیات جامعہ عثمانیہ

مستفتی کے آٹھ سوالوں میں سے پہلا سوال بالکل غیر فقہی ہے۔ حنفی شافعی مالکی۔ حنبلی کسی فقہ میں اس مسئلہ کو نہ مستقلاً اور نہ ضمناً بیان کیا گیا ہے صرف یمن کے بعض متاخرین زیدی شیعوں کے امرا نے سیدہ عورتوں کے نکاح کے مسئلہ کو اٹھایا تھا لیکن خود اسی مذہب کے علماء نے اسکی تردید کردی ہے۔ فاضل مجیب نے اس کو نقل کیا ہے۔ باقی چھ سوالات ایسے ہیں جن میں بظاہر یہ مان لیا گیا ہے کہ کسی عورت کو منکوحہ بنانا اسکی توہین ہے اگر نکاح کرنا عورت کی توہین ہے تو کیا کسی مومنہ یا مسلمہ کی توہین جائز ہوسکتی ہے؟ رہا نشوز و عصیان کی شکل میں جو ایک شرعی جرم ہے۔ عورت کا مستحق تعزیر شرعی ہونا اُس میں کسی خاص خاندان کی کیا خصوصیت ہوسکتی ہے۔ خدانخواستہ اگر کوئی سید (اعاذا اللہ) کسی شرعی جرم کا مرتکب ہو تو محض سید ہونے کی وجہ سے اسے تعزیر جرم سے کوئی مستثنےٰ نہیں کرسکتا ہے! ہے؟ آٹھواں سوال کا تعلق مسئلہ کفو سے ہے۔ اس مسئلہ کا تعلق بھی خاص خاندان سادات سے نہیں ہے۔ فاضل مجیب نے اس کے بعض کلی قوانین کا ذکر کیا ہے۔ فقہ کی کتابوں میں جزئی تفصیلات ہیں اور اپنی جگہ پر صحیح ہیں فقط

(شرحد ستخط) مناظر احسن گیلانی پروفیسر دینیات جامعہ عثمانیہ

ازحضرت مولانا حکیم مقصود علی خان صاحب واعظ و ناظر الاطبا سرکار عالی

المجیب مصیب۔ ۱۲

(شرحد ستخط) مقصود علی خاں۔ واعظ و ناظر الاطبا سرکار عالی

از حضرت مولانا محمد حسام الدین صاحب قبلہ فاضل و اعظم پروفیسر دینیات
دار العلوم سرکار عالی

حامداً و مصلیاً و مسلماً علی رسولہ سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ و اولیاء امتہ و متبعیھم اجمعین ؂

استفتاء کے ہر سوال کا صحیح صحیح جواب مجیب لبیب نے محققانہ انداز میں دیا ہے۔ جزاہ اللہ فی الدارین خیرا۔

حسب ذیل تحریر کی صرف اس لئے ضرورت داعی ہوئی کہ بعض جوابات کی مزید توضیح ہو جائے اور مسلمانوں کے رہے سہے شکوک رفع ہوں اور اُن تمام غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائے جو آجکل سیدزادی سے غیر سید کے نکاح کے متعلق عام طور پر پیدا ہو گئی ہیں۔

اقول وباللہ التوفیق۔ سیدزادی کے ساتھ غیر سید کا نکاح باتفاق ائمہ اربعہ جائز ہے۔ کتب فقہ، احادیث شریفہ یا قرآن مجید کی کسی آیت کی تفسیر میں کہیں بھی یہ مذکور نہیں کہ صرف سیدزادی ہونا حرمت نکاح کا باعث ہے کفو غیر کفو کی بحث کو لیجئے تو حلت و حرمت سے کوئی تعلق نہیں اس کے سوا ہندوستان میں تقریباً تمام شادیاں اولیاء کی رضامندی ہی سے ہوتی ہیں کفاءت کا مسئلہ صرف معاشرتی ہے عام رواج کے تحت کہیں بھی یہ نہیں دیکھا گیا کہ کسی سیدہ کا ولی شیخ وغیرہ کو محض غیر سید ہونے کی وجہ سے اپنا غیر کفو سمجھا ہو اور اس کے ساتھ رشتہ قائم ہونے کو باعث عار خیال کیا ہو یا فسخ نکاح کی نوبت آئی ہو۔ سیدانیوں کے ساتھ نکاح کرنے کو خلاف تقوی کہنا بھی صحیح نہیں ہے اس لئے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ سیدزادیاں منسوب تھیں اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال عین تقوی ہیں درحقیقت ایک امتی کا یہ فعل تقوی سے خالی نہیں کہ وہ خاندان نبوت سے اپنا رشتہ پیدا کرے۔

(۲) جب شیخ وغیرہ کا سیدہ کو نکاح میں لانا شرعاً صحیح ثابت ہے تو اس نکاح کو

بے ادبی پر محمول کرنا مناسب نہیں احکام شرعیہ کے تحت جو فعل کیا جائے بے ادبانہ نہیں ہو سکتا

(۳) درود پڑھنا جس طرح باعث ثواب ہے اسی طرح مسلمان کا ہر وہ فعل جو تحت حکم خدا و رسول اور نیک نیتی پر مبنی ہو باعث اجر ہے۔ درود پڑھنے والے کا آل رسول کے ساتھ بلحاظ منکوحہ تعلقات زناشوئی کا جاری رکھنا اگر قابل ملامت قرار دیا جائے تو نعوذ باللہ اُن صحابہ کرامؓ و تابعین عظامؒ کی اعلیٰ وارفع شان میں بے ادبی ہوگی جن کے حبالہ نکاح میں سیدانی صاحبزادیاں موجود تھیں کیونکہ ان سے بڑھکر عقیدت کے ساتھ درود پڑھنے والا اور کون ہو سکتا ہے۔

(۴) نور الابصار میں امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول لطائف المنن سے جو منقول ہے اُس کو سیدہ کے ساتھ نکاح ناجائز یا خلاف احترام ہونے کے متعلق پیش نہیں کیا جا سکتا وہ علامہ موصوف کا ذاتی خیال اور والہانہ احترام ہے کیونکہ لطائف المنن میں جہاں سیدہ کو شوہر بننے کے لئے کفش برداری اطاعت گزاری کی صلاحیت کا ذکر امام موصوف نے فرمایا ہے اسی صفحہ (۱۰۴) میں ارشاد فرماتے ہیں کہ سید کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ہم سے جو کچھ مانگے اس کے دیدینے میں دریغ نہ کریں حتیٰ کہ اگر کسی کے پاس صرف ایکدن کی قوت ہو یا نفیس عمامہ اور کپڑے اور سید ان کا مطالبہ کرے تو بھی اس کے سوال کو رد نہ کرنا چاہیئے۔ یہی امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اسی لطائف المنن کے ص ۲۰۴ میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی احسان فرمایا ہے کہ میں جس عالم یا فقیر کی ملاقات کو جاتا ہوں اسکی بیحد تعظیم کرتا ہوں اور اس کے دست و پا کو بطیب خاطر بوسہ دیتا ہوں پھر بھی یہ سمجھتا ہوں کہ اس کے حق کو میں نے ادا نہیں کیا اکثر دفعہ میں عالم کی چوکھٹ کو بھی چوم لیا کرتا ہوں۔ کیا امام شعرانیؒ کے ان اقوال کے تحت خاص و عام کو بطور فتویٰ یا احترام سید ان کو جبہ و عمامہ تک دیدینے اور ہر چھوٹے بڑے عالم کے پاؤں اور اسکی چوکھٹ چومنے پر مجبور کرنا صحیح ہو سکتا ہے؟ کسی خاص بزرگ کے ذاتی افعال و اخلاق پر عمل کرنا ہر ایک سے ممکن نہیں چنانچہ خود امام شعرانیؒ

ہی اسی صفحہ میں فرماتے ہیں کہ "میں نے تمام شہر میں اپنے سوا کسی شیخ کہلانیوالے فقیر کو کسی شیخ کے پاؤں یا اسکی چوکھٹ کو بوسہ دیتا ہوا کبھی نہیں دیکھا" جب امام موصوف کے زمانے میں آپکے جیسا ادب کرنیوالا نہ تھا تو اس زمانہ میں اُن آداب پر کسی کو عامل بنانا کس طرح ہو سکتا ہے اور یہ آداب کیونکر شرعی اصول کے تحت آ سکتے ہیں۔ یہی حال سیدہ زوجہ کی کفش برداری وغیرہ کا بھی ہے جو عوام سے ناممکن بلکہ معاشرت میں تباہ کن اثرات پیدا کرنیکا موجب ہو۔

یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ ادب واحترام کی زیادتی اور چیز ہے بے ادبی اور توہین اور شئی ہے محض کسی کا خاطر خواہ ادب نکرنا بے ادبی نہیں کہلاتا۔ کیا امام شعرانیؒ کے مخصوص احترام علماء پر نظر کرتے ہوئے ہر اُس شخص کو جو عالم کے قدم نہ چومے بے ادب کہنا صحیح ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح سیدزادی کی کفش برداری کی عدم صلاحیت مانع نکاح ہو سکتی ہے نہ نکاح کے بعد عدم کفش برداری اور ازدیاد اطاعت بے ادبی پر محمول کئے جانے کے قابل ہو نور الابصار میں امام شعرانیؒ کی لطائف المنن سے جو عبارت منقول ہے اُس سے اور خود لطائف المنن کی تمام عبارت سے یہ کبھی ثابت نہیں ہوتا کہ سیدہ کے ساتھ صرف نکاح کرنا بے ادبی ہے اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ آداب مفروضہ کی صلاحیت نہ رکھنے والے ان پیا ہے غیر سید مرد سیدانیوں کو نکاح میں لانے سے احتراز بھی کریں تو بھی اُن شوہروں کے لئے کیا چارہ کار ہی جن کے نکاح میں سیدانیاں موجود ہیں کیا سیدزادیاں اس کو پسند کر سکیں گی کہ اُن کے شوہر اُن کی کفش برداری کیا کریں۔ کیونکہ شوہروں کی تعظیم بھی عورتوں پر ضروری ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف میں ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کنت آمراً احداً ان یسجد لاحد لامرت الزوجۃ ان

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں کسی کو یہ حکم دیتا کہ وہ کسی آدمی کو سجدہ کیا کرے تو میں پہلے عورت کو

حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے | لتسجد لزوجھا۔

دیلمی کی حدیث شریف ہے

جو عورت اپنی شوہر کو ناراض کرے } ایما امراءۃ اغضبت زوجھا
اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ } فعلیھا لعنۃ اللہ۔

امام شعرانیؒ کے بعض اقوال کو قابل عمل قرار دینا بعض کو نظر انداز کر دینا زیبا نہیں جس کتاب میں امام موصوف نے صلاحیت کفش برداری کا ذکر کیا ہے اسی کے صفحہ ۱۲ جلد دوم میں فرماتے ہیں "خدائے تعالیٰ نے مجھ پر یہ بھی احسان کیا ہے کہ میں اپنی زوجہ کی کج خلقی اور نشوز و نافرمانی پر صبر کیا کرتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ یہ اثر ہے میرے پروردگار کے ساتھ میری نافرمانی کا پس ملامت مجھ پر ہے نہ کہ زوجہ پر" اور اسی مضمون کے آخر میں ہر شخص کو اس خلق پر عمل کرنے کی ہدایت بھی فرماتے ہیں کیا اس قول کے تحت عامۃ المسلمین کو عورتوں کی کج روی اور نافرمانیوں پر صبر ہی صبر کرتے رہنے کی تاکید کی جا سکتی ہے اور اس کے خراب اثرات سے قوم کو متاثر کرنا مناسب سمجھا جا سکتا ہے حالانکہ خود امام شعرانیؒ نے لطائف المنن ہی کے ص ۲۰۶ میں علماء کی تعظیم کے ضمن میں لکھا ہے کہ "میرا کسی عالم کے قدموں کو بوسہ دینا اسی وقت تک ہے کہ اس میں عجب و غرور پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو ورنہ میں پاؤں اور چوکھٹ چومنا ترک کر دیا کرتا ہوں اور قواعد شریعت بھی یہی بتلاتے ہیں" انتہی اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ وہی ادب و احترام مناسب ہے جس سے شریعت میں کچھ رخنہ نہ پڑے۔ بس ثابت ہو گیا کہ معاشرت کی خرابیاں پیدا ہونے اور سیدانی بیویوں کی نافرمانی کے احتمال پر شوہر کی کفش برداری و اطاعت گزاری اخلاقاً بھی ضرور نہیں نہ ان امور کی عدم صلاحیت سیدزادی کے نکاح سے مانع ہو سکتی ہے۔

مسلمانوں کے لئے یہ امر باعث افسوس ہے کہ سیدوں کے آداب و احترام کے نام سے ان کے ساتھ درحقیقت بیرحمی کے کام کئے جا رہے ہیں ایک طرف

زکوٰۃ کا پیسہ سیدوں کو دینا اس لئے موقوف ہے کہ یہ مال اُن کے لئے از روئے فقہ و حدیث ناجائز ہے مگر اس کے معاوضہ میں دیگر خیرات و مبرات کے ذریعہ سیدوں کی دستگیری کا کسی مسلمان کو خیال تک نہیں۔ الّا ماشاء اللہ۔

فقہ کی کتب میں حضرت ابو حنیفہ کا ایک قول مذکور ہے کہ اب سیدوں کو زکوٰۃ دیجا سکتی ہے کیونکہ خمس قرابت موقوف ہو چکا ہے مگر یہ قول بھی فقہا کے پاس مرجوح ہونے سے اس پر مسلمانوں کا عمل نہیں۔ آج کل ادب و احترام کے نام سے یہ دستور بھی ہو گیا ہے کہ سیدہ سے غیر سید نکاح نہ کرے۔ حالانکہ اس اصول میں سیدوں کا ادب و احترام زیادہ جاتا ہے کہ کسقدر رہے (کیونکہ سادات کے ساتھ بے ادبی کا انحصار صرف نکاح ہی پر موقوف نہیں ہے) مگر سیدانیوں کی پریشان حالی اظہر من الشمس ہے۔
بعض عوام میں جہاں پہلے سے اس مسئلہ پر عمل کیا جا رہا ہے۔ معاشرتی نقطہ نظر سے بُرا اثر پڑا ہے۔ ایک سیدزادی محض سید کے ساتھ نکاح کئے جانیکی شرط کی تکمیل میں تو عمر شریف ذی لیاقت نفس شیخ یا مغل کے عوض غریب و مفلس سید سے بیاہی جاکر عمر بھر مفلسانہ زندگی با دل ناخواستہ گزارنے پر مجبور ہو رہی ہے۔ بعض بیوہ اور بعض نوجوان بیوہ سیدانیاں محض حسب منشا سیدوں کا پیغام نہ آنے کی وجہ ضعیف العمری تک پہنچ گئی ہیں اور مایوسانہ زندگی بسر کر رہی ہیں ایسی صورت میں انہیں پریشان کن بے اصول مسائل کی اشاعت سیدوں کا احترام نہیں ہے بلکہ ان کی اذیت کا سامان مہیا کرنا ہے۔

حضرت سید المرسلین (فداہ روحی) نے ہر اُس شخص کے ساتھ نکاح کر دینے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے جو دیندار و خلیق ہو۔ یہ نہیں فرمایا کہ سیدہ کے لئے سید ہی ہو۔ چنانچہ بخاری کی حدیث شریف ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کو نکاح کا پیغام کرے جس کا

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم اذا خطب الیکم من ترضون

دین اور خصلت تم کو پسند ہو تو اپنی بیٹی اس کو نکاح کر دو اگر نہ کرو گے زمین میں بڑا فتنہ و فساد ہوگا۔	دینه و خلقه فزوجوه ان لا تفعلوه تکن فتنة فی الارض و فساد عریض۔

کیا یہ احتمال غور طلب نہیں ہے کہ ایک طرف تو سید زادوں کو سید و غیر سید لڑکیوں سے عقد کرنے کی تمام سہولت و اجازت بہم پہنچا دی جائے۔ دوسری طرف سیدانیوں کو سید زادوں ہی سے مخصوص رکھا جائے اور اس رجحان کے علمائے کرام ذرا بھی غور نہ کریں کہ سیدانیوں کے لئے سید شوہر بلحاظ سید شماری کہاں سے دستیاب ہو سکیں گے اور کیا مسلمانوں یا خاص علماء نے سیدوں کی دولتمندی اور فارغ البالی کا کوئی خاص انتظام فرمایا ہے جو سید زادیوں کے لئے بہ نسبت غیر سید زادیوں کے خوشحال زندگی بسر کرنے کے اسباب فراہم ہوں۔ یہ کیا ستم ہے کہ غیر سید زادیاں تو آزادانہ طور سے دینی و دنیوی لحاظ سے حسب منشاء بہترین جگہ بیاہی جائیں اور سرور عالم کی جگر پارہ صاحبزادیوں کی شادیوں کے لئے صرف سید ہی کو مخصوص کر دیا گیا [illegible] اور نظر انداز کر دیئے جانے پر مجبور کیا جائے۔ اگر سیدہ کا نکاح غیر سید سے ہونا اختلافی [illegible] رہتا تو بھی ضروریات زمانہ و مجبوریات زندگی کے تحت عموم بلوی والے مسائل کی طرح صحت نکاح کے قول کو قابل عمل قرار دینے پر علماء کو مجبور ہونا پڑتا۔ برخلاف اس کے متفقہ مسئلہ میں طبعزاد اصول کے تحت مسلمانوں میں بے چینی اور سید زادیوں کے تکلیف کے اسباب مہیا کئے جا رہے ہیں۔ یا للعجب۔

ہر مسلمان پر سیدوں کا احترام اور ان کی خدمتگزاری یقیناً لازم ہے وہ مسلمان مسلمان نہیں جس کے دل میں اہل بیت کی محبت و عقیدت نہ ہو۔ سیدہ کے شوہر کو خواہ وہ سید ہو یا غیر سید کسی طرح زیبا نہیں کہ وہ کوئی تکلیف دے یا ناواجبی رنج پہنچائے یا ملازم سید پر کوئی آقا ظلم و ستم کرے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ غیر سید شوہر شرعی حدود سے باہر ادب و احترام کے تحت معاشرتی و دینی مشکلات میں گرفتار ہو جا

یا بے دین کے ادب کے تحت اُن کے لئے ملازمتوں ہی سے محروم رکھنے یا برطرف ہونے کے اسباب مہیا کئے جائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ والیہ المرجع والمآب۔

(مُہر دستخط) فقیر حقیر محمد حسام الدین فاضل قادری کان اللہ لہ

از حضرت مولانا ابو سعید محمد عبد الهادی صاحب قبلہ واعظ سرکار عالی

حامداً و مصلیاً و مسلماً

اقول وبہ استعین والیہ احول۔ اہل عرب عموماً محفوظ النسب ہوتے ہیں جن کا سلسلہ آبائی قبیلہ عرب سے ہو کر حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام تک منتہی ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے عجمی (جس میں عربستان کو چھوڑ تمام دنیا کے لوگ شامل ہیں) غیر محفوظ النسب سمجھے جاتے ہیں۔ اس لئے اُن کے پاس صرف نسب بنائے فخر ہے اور ان کے ہاں حریت۔ اسلام۔ دیانت دولت اور پیشہ معیار شرافت متصور جیسا کہ بحر رائق جلد (۳) میں مرقوم ہے ان النسب المعتبر ھنا خاص بالعرب واما العجم فلا یعتبر فی حقھم۔ در مختار میں ہے واما العجم فتعتبر حریۃ واسلامہ ودیانۃ ومالا وحرفۃ۔ پس اس نقطہ نگاہ سے عربی و عجمی میں باہمی کفارت نہیں ہو سکتی لیکن اگر عورت کبیرہ ہے اور اس کا کوئی ولی نہیں ہے تو بتراضی طرفین غیر کفوء میں نکاح بیشک بالاتفاق جائز ہے۔ بحر رائق میں مسطور ہے واما اذا لم یکن لھا ولی فھو صحیح اتفاقا۔ مگر شریعۃ کے زاویۂ نظر میں بصداق قوی فیصلہ قرآنی ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم دینداری ہی مایۂ ناز و باعث افتخار ہونا مسلم ہے اسی بناء پر مرد بدکار کو صالحہ بنت صالح کا کفو نہیں ٹھیرایا گیا اگرچہ نسباً شریف سے شریف کیوں نہ ہو۔ فلا یکون الفاسق کفاءۃ للصالحۃ بنت الصالحین بحر ج ۳۔ حدیث ذیل سے بھی اختیار دین

کی شدت اور ترجیح ظاہر ہوتی ہے۔ تنکح المرأة لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدینها فاظفر بذات الدین تربت یداک (بخاری۔ مسلم۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ ابوداؤد) ترجمہ عورت چار امور کے لیے نکاح میں لائی جاتی ہے اس کے مال کی وجہ سے اور اس کے حسب کی وجہ سے اور اس کے جمال کیواسطے اور اسکی دینداری کے سبب سے۔ پس اگر تو نے دیندار عورت کو چھوڑا تو تیرے ہر دو ہاتھ خاک آلود ہو جائیں۔ پس معلوم ہوا کہ دینداری کا وصف ہی اور اوصاف پر مقدم ہے بہر حال انما المومنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم کے مدنظر شیخ۔ سید۔ مغل۔ پٹھان میں باہمی رشتہ مناکحت بالکل جائز اور یہی اتحاد قومی و موانست و یکجہتی کی کھلی شاہ راہ ہے۔

حضور سرور کائنات علیہ و آلہ التحیات و التسلیمات نے حضرت زینب بنت جحش کو زید بن حارثہ سے منسوب فرماتے ہوئے عملاً یہ ثابت کر دیا کہ اسلامی مساوات میں ہاشمی خاندان کی ایک کنواری شریف زادی پیغمبر آخر الزماں کی پھوپھی زاد بہن ایک غلام سے بھی بیاہی جا سکتی ہے۔ جو فاصبحتم بنعمته اخوانا کا صحیح مظہر ہے اب ولا تفرقوا کے خلاف تفریق قومی و امتیاز نسبی قائم کرنا گویا فضاء اخوة و یگانگی کو مکدر کرنا اور ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ریحکم کے مصداق ہوتا ہے۔

فاضل مجیب و مفتی لبیب نے اس خصوص میں بڑی قابل قدر سعی فرمائی اور احقاق حق میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ وماذا بعد الحق الا الضلال واللہ الہادی الی سواء السبیل وجزی اللہ المجیب اللبیب الجزاء الجمیل واحلہ من القلوب المحل الجلیل وشکر مسعاہ وبلغہ من خیر الدارین ما یتمناہ۔

الجواب صحیح والرای نجیح فیما اعلم وارٰی واللہ تعالیٰ اعلم وارٰی کتبہ غبار تراب اقدام العلماء العالمین۔ عبدہ ذلیل لرب جلیل ابو سعید محمد المدعو بعبد الہادی۔ کان اللہ ذی الآلاء والایادی۔

از حضرت مولانا سید شاہ مصطفےٰ قادری صاحب قبلہ سابق پروفیسر فقہ جامعہ عثمانیہ

فاضل مجیب نے نہایت شرح و بسط سے مدلل صاف و واضح جواب دیا ہے اس سے بہتر کوئی جواب نہیں ہوسکتا۔ الغرض شرعاً سیدہ کا نکاح مسلمان غیر سید سے جائز ہونے میں کلام نہیں بہر حال فاضل مجیب کی رائے سے مجھے کامل اتفاق ہے

شرحدستخط۔ سید شاہ مصطفےٰ قادری

سابق پروفیسر جامعہ عثمانیہ

از حضرت مولانا سید محمود صاحب قبلہ واعظ و مفتی میسرم جمعیت نظام محبوب

مجیب فاضل نے نہایت تحقیق سے جواب مرتب کیا ہے اور امر حق کو نہایت صاف طور پر واضح فرمایا ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ عن المسلمین خیراً

کتبہٗ عبدہ الضعیف

السید محمود کان اللہ لہ

از حضرت مولانا سید شاہ محمدؐ صاحب قبلہ رفاعی قادری المعروف بہ بغدادی صاحب قبلہ مدظلہ

حضرت والدی و سندی سید شاہ محمدؐ صاحب رفاعی قادری بغدادی مدظلہ کو یہ جوابات فتویٰ من اولہ الی آخرہ سنائے گئے جس سے حضرت کو کامل اتفاق ہے فقط

(شرحدستخط) سید عبدالرحیم حسینی عفی عنہ

فرزند حضرت بغدادی صاحب قبلہ مدظلہ

سجادہ نشین درگاہ حضرت خواجہ سید شاہ علی عباس حسینی صاحب قبلہ واقع محلہ حسینی علم بلدہ حیدرآباد

و فارغ التحصیل مدرسہ نظامیہ

از حضرت مولانا سید عبدالرحیم صاحب حسینی قبلہ فرزند حضرت بغدادی صاحب قبلہ

اصاب المجیب۔

(شرحدستخط) سید عبدالرحیم حسینی عفی عنہ۔ فرزند حضرت بغدادی صاحب قبلہ مدظلہ